دیوان امام

منظوم اردو ترجمہ

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

مؤسسه تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ
بین الاقوامی امور

S. N ...

D ....

Imam Khomeini Library
Karachi
S. No. 1867
DATE 14/10/2001

Imam K... Library

بسم الله الرحمن الرحيم

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)

دیوان امام

منظوم اردو ترجمہ

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ

بین الاقوامی امور

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)

صدمین سال میلاد امام خمینی

همزمان با گرامیداشت صدمین سالگرد میلاد امام خمینی(س)
رهبر کبیر انقلاب و بنیانگذار جمهوری اسلامی ایران

مؤسسه تنظیم و نشر آثار امام خمینی
امور بین الملل

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانه امام خمینی

دیوان امام

حضرت آیت الله العظمیٰ امام خمینی، قائد انقلاب اسلامی (قدس سره)

ناشر :- مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ - بین الاقوامی امور
پتہ :- پوسٹ بکس نمبر ۶۱۴ / ۱۹۵۷۵ تہران - ایران
ٹیلی فون :- ۵ - ۲۲۸۷۷۷۴ - ۲۲۸۳۱۳۸
فیکس :- ۲۲۸۷۷۷۳
چھاپ :- اول - ۱۹۹۹
قیمت :- ۱۰۰۰ تومان

DESIGN: M H. SALEH

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)

انتظار

کانپتا ہے سارا میخانہ مری فریاد سے
دادرس کوئی نہیں، کیسے بچوں بیداد سے
حادثوں ہی سے عبارت ہو گئی ہے زندگی
انتظار دوست میں ہوں نیمہ خرداد سے

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی رہ

فہرست

گفتار مترجم	۱۷
دیباچہ	۲۳
امام ؒ کا اسلوب کلام	۳۸
ادب معاصر پر امام ؒ کا اثر	۴۲
مقدمہ	۴۹

غزل

عید نوروز	۵۷	حسن اختتام	۵۸
جان جہاں	۵۹	شرح جلوہ	۶۰
دریائے جمال	۶۱	مسلک نیستی	۶۲
لب دوست	۶۳	خانقاہ دل	۶۴
آفتاب نیمۂ شب	۶۵	دریا وَ سراب	۶۶
درگاہ جمال	۶۷	سخن دل	۶۸
مکتب عشق	۶۹	رخ خورشید	۷۰
عاشق سوختہ	۷۱	مذہب رنداں	۷۲
دیدار یار	۷۳	سبوئے عاشقاں	۷۴
قبلہ محراب	۷۵	دریائے عشق	۷۶
میرا فتویٰ	۷۷	خانہ عشق	۷۸
ہوائے وصال	۷۹	پرتو عشق	۸۰

بتلائے دوست	۸۱	سبوئے دوست	۸۲
سر جاں	۸۳	محفل دلسوختگان	۸۴
مستی عاشق	۸۵	حسرت دید	۸۶
ہست و نیست	۸۷	راہ ورسم عشق	۸۸
قصہ مستی	۸۹	مے گساراں	۹۰
طبیب عشق	۹۱	خرقہ تزویر	۹۲
مژدۂ دیدار	۹۳	پرواز جاں	۹۴
غم یار	۹۵	اخگر غم	۹۶
سفر عشق	۹۷	قبلہ عشق	۹۸
صبح امید	۹۹	عشق دلدار	۱۰۰
دلجوئی پیر	۱۰۱	عشق چارہ ساز	۱۰۲
اسرار جاں	۱۰۳	فارغ عالم	۱۰۴
راز نہاں	۱۰۵	مژدۂ وصل	۱۰۶
معجز عشق	۱۰۷	سرود عشق	۱۰۸
بہار	۱۰۹	خضر راہ	۱۱۰
کتاب عمر	۱۱۱	دعوی اخلاص	۱۱۲
جلوۂ جمال	۱۱۳	میلاد گل	۱۱۴
کاروان عمر	۱۱۵	لذت عشق	۱۱۶
جام جسم	۱۱۷	جلوۂ جام	۱۱۸
راز مستی	۱۱۹	پردہ نشیں	۱۲۰
سایۂ لطف	۱۲۱	دریائے فنا	۱۲۲

طریق عشق	۱۲۳	مستی نیستی	۱۲۴
سلطان عشق	۱۲۵	کعبہ عشق	۱۲۶
گواہ دل	۱۲۷	زنجیر دل	۱۲۸
روز وصل	۱۲۹	آتش عشق	۱۳۰
راز کھول	۱۳۱	عشق مسیحا دم	۱۳۲
پرتو حسن	۱۳۳	عاشق دلباختہ	۱۳۴
خرقہ فقر	۱۳۵	بہار آرزو	۱۳۶
دیار قدس	۱۳۷	روئے یار	۱۳۸
کس سے کہوں	۱۳۹	بادۂ ہوشیاری	۱۴۰
خم مے	۱۴۱	دیار دلدار	۱۴۲
پرتو خورشید	۱۴۳	مستی عشق	۱۴۴
سایۂ سرو	۱۴۵	عروس صبح	۱۴۶
فنون عشق	۱۴۷	آواز سروش	۱۴۸
پیر مغاں	۱۴۹	آتش فراق	۱۵۰
ہوائے دوست	۱۵۱	محرم عشق	۱۵۲
جلوۂ دیدار	۱۵۳	محرم اسرار	۱۵۴
فصل طرب	۱۵۵	نہاں خانہ اسرار	۱۵۶
آئینہ جاں	۱۵۷	گنج نہاں	۱۵۸
نیم غمزہ	۱۵۹	چشم بیمار	۱۶۰
شہرۂ شہر	۱۶۱	یاد دوست	۱۶۲
آرزوئیں	۱۶۳	فراق یار	۱۶۴

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI

کعبہ مقصود	۱۶۵	نسیم عشق	۱۶۶
محراب عشق	۱۶۷	سایۂ عشق	۱۶۸
جامہ دراں	۱۶۹	بہار جاں	۱۷۰
محفل رنداں	۱۷۱	انتظار	۱۷۲
بوئے نگار	۱۷۳	شب وصل	۱۷۴
سراپردۂ عشق	۱۷۵	شمع وجود	۱۷۶
خلوت عشاق	۱۷۷	شرح پریشانی	۱۷۸
ہمّت پیر	۱۷۹	جام جاں	۱۸۰
صاحب درد	۱۸۱	کعبہ دل	۱۸۲
سر عشق	۱۸۳	محرم راز	۱۸۴
جام ازل	۱۸۵	بار یار	۱۸۶
وادی ایمن	۱۸۷	بت یکدانہ	۱۸۸
مئے چارہ ساز	۱۸۹	راز کشائی	۱۹۰
بادۂ حضور	۱۹۱	ساحل وجود	۱۹۲
ساغر فنا	۱۹۳	بادۂ عشق	۱۹۴
کعبہ در زنجیر	۱۹۵	شمس کامل	۱۹۶
عطر یار	۱۹۷	دریائے ہستی	۱۹۸
بار امانت	۱۹۹	کاروان عشق	۲۰۰
گلزار جاں	۲۰۱	محرم دل	۲۰۲
محراب اندیشہ	۲۰۳	غمزۂ دوست	۲۰۴
خلوت مستاں	۲۰۵		

رباعی

دل خواب	۲۰۹	در وصل	۲۰۹
طفل طریق	۲۱۰	بادۂ الست	۲۱۰
صد حیف	۲۱۱	جمہوری اسلامی	۲۱۱
فریاد	۲۱۲	چراغ فطرت	۲۱۲
حسرت	۲۱۳	ہماری جمہوریت	۲۱۳
ماعرفناک	۲۱۴	تشنہ جواب	۲۱۴
پرچم	۲۱۵	درِّ یتیم	۲۱۵
طوطے کی رٹ	۲۱۶	مہمان	۲۱۶
ایمان	۲۱۷	عشق	۲۱۷
شیریں	۲۱۸	افسوس	۲۱۸
گمان	۲۱۹	ہستی دوست	۲۱۹
ناممکن	۲۲۰	طریق	۲۲۰
فنا	۲۲۱	حذر	۲۲۱
سفر	۲۲۲	حجاب اکبر	۲۲۲
راستہ	۲۲۳	پتہ	۲۲۳
عید	۲۲۴	عارف	۲۲۴
قبلہ	۲۲۵	پریشان	۲۲۵
رہا ہو جاؤ	۲۲۶	جلوۂ حق	۲۲۶
فلسفہ	۲۲۷	حجاب	۲۲۷
جفا	۲۲۸	لن ترانی	۲۲۸

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI

ہمراز	۲۲۹	ثنائے حق	۲۲۹
اسکی طرف	۲۳۰	بے راہ	۲۳۰
فروغ رخ	۲۳۱	نصیحت	۲۳۱
قرار	۲۳۲	بت	۲۳۲
وہ کون ہے ؟	۲۳۳	راہ معرفت	۲۳۳
بے قرار	۲۳۴	مجبور	۲۳۴
فیض وجود	۲۳۵	مدّعی	۲۳۵
تیرا جویا	۲۳۶	عقل و عشق	۲۳۶
دام دل	۲۳۷	تیرا رسوا	۲۳۷
غرق کمال	۲۳۸	بیگانہ خودی	۲۳۸
کیا کروں ؟	۲۳۹	کوئے دوست	۲۳۹
یاد	۲۴۰	تیرے ہاتھ سے	۲۴۰
اس روز	۲۴۱	سہارا دے	۲۴۱
متوالا	۲۴۲	گناہ	۲۴۲
قطرہ	۲۴۳	دوستو ! ایک نظر	۲۴۳
باغ زیبائی	۲۴۴	فکر راہ	۲۴۴
شمع محفل	۲۴۵	خورشید جہاں	۲۴۵
طور	۲۴۶	کہیں پناہ نہ ملی	۲۴۶
راحت دل	۲۴۷	مستی	۲۴۷
جاگو	۲۴۸	اسیر	۲۴۸
دور پھینک	۲۴۹	مفتوں	۲۴۹

جمال مطلق	۲۵۰	سایہ	۲۵۰
مسرت	۲۵۱	اے پیر	۲۵۱
ہما	۲۵۲	طوفان	۲۵۲
ایک نظر ادھر دیکھ	۲۵۳	چراغ	۲۵۳
تیری یاد	۲۵۴	راہ دیوانگی	۲۵۴
مجنوں ہو جا	۲۵۵	راہ معرفت	۲۵۵
مراد دل	۲۵۶	مجنوں	۲۵۶
شیفتگاں	۲۵۷	رہرو	۲۵۷
اے مہر !	۲۵۸	کوئے غم	۲۵۸
دوست	۲۵۹	فرزانہ من	۲۵۹
عیاں	۲۶۰	جام	۲۶۰
اے عشق	۲۶۱	خبر	۲۶۱
اسیر نفس	۲۶۲	فریاد رس	۲۶۲
محفل دوست	۲۶۳	خار راہ	۲۶۳
خود بیں	۲۶۴	لاف انا الحق	۲۶۴
لاف عرفان	۲۶۵	خورشید	۲۶۵
بے خود	۲۶۶	پردہ اٹھا دے	۲۶۶
پناہ	۲۶۷		

قصیدہ

قصیدہ در مدح حضرت فاطمہ زہرا و حضرت فاطمہ معصومہ علیہما السلام ۲۷۱

قصیدۂ بہاریہ انتظار ۲۷۴ — قصیدہ در مدح حضرت ولی عصر (عج) ۲۸۰

Imam Khomeini Library
Karachi

مسمّط

در توصیف بہاراں و مدیح ابا صالح امام زمانؑ ۲۸۹

حدیث دل ۲۹۸

ترجیع بند

نقطہ عطف ۳۰۳

قطعات و اشعار پراگندہ

جام چشم	۳۱۳	مایۂ ناز	۳۱۴
نوش باد	۳۱۵	ناز پروردہ	۳۱۶
آب زندگانی	۳۱۷	بادہ	۳۱۸
ریحے اگر نہ ...	۳۱۹	بلائے ہجراں	۳۲۰
گلبرگ تر	۳۲۱	برائے احمد	۳۲۲
نالہ ہزار	۳۲۳	استخارہ	۳۲۳
پیام بلبل	۳۲۴	کوثر	۳۲۴
دریائے وصال	۳۲۵	خراب چشم	۳۲۵
تکرار مکررات	۳۲۶	مژدہ باد	۳۲۷
عبادت	۳۲۸	علی (ع)	۳۲۹
میری بیٹی	۳۳۰		

فصل ضمیمہ

قتیل دلبر	۳۳۵	بت عشوہ گر	۳۳۶
جور	۳۳۷	رہن بادہ	۳۳۷

شرح مختصر اصطلاحات ۳۴۱

باسمہ تعالیٰ

گفتار مترجم

حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ کو عالم اسلام نے ایک عظیم مرجع دینی کے اعتبار سے اور عالم انسانیت نے قائد انقلاب اسلامی کی حیثیت سے جانا اور مانا تھا۔ فقہ واصول اور فلسفہ وعرفان جیسے موضوعات پر ان کے دروس، محققانہ افکار وتقریرات اور رشحات قلم کو غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل تھی۔ امام خمینیؒ تو امام خمینیؒ تھے، ان کے آیت اللہ بہشتیؒ اور آیت اللہ مطہریؒ جیسے شاگردوں کے تحقیقات وافکار کے قدموں تلے اہل نظر اپنے دل بچھا چکے تھے۔

اور ایک دن، جب حضرت امامؒ بظاہر اس دنیا میں نہ تھے، اگرچہ وہ اب ہر دل کی دھڑکن میں سما چکے تھے اور ان کا ذکر ہر بزم کی زینت اور ہر زبان کا رس بن چکا تھا، ان کی ایک نئی تصویر ابھر کر سامنے آئی۔ ان کے عارفانہ کمال کا اعتراف اس لیے آسان تھا کہ ایک عالم دین اور مرجع وقت، جو اعلمیت کی سرحدوں کو چھو چکا تھا، صاحب عرفان نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟ مگر انہوں نے اپنے شاعرانہ کمال کو لوہا بھی اس وقت منوالیا جب ان کے ارتحال کے بعد ان کا عارفانہ کلام شائع ہوا اور ادبی دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ ان کے عارفانہ افکار صدر المتالہینؒ سے اور ان کے شاعرانہ اقدار سعدیؒ وحافظؒ سے خراج تحسین وصول کررہے تھے۔

ان کا شعر ان کا تصویر کا نیا رخ تھا جو پہلی بار سامنے آیا۔ ان کی غزل "من بخال لبت ..."

زباں زد خلائق ہوئی۔

اس ارادتی تاثر کی بنا پر جو حضرت امامؒ کی ذات سے میری روح کی گہرائی میں نفوذ کرچکا تھا، میرا جی چاہا کہ ان کی اس غزل کو اردو کا روپ دوں اور ایک دن میں ایسا کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

امامؒ کا جو کلام اس وقت تک شائع ہوا تھا اس میں میرے علم کے مطابق چند غزلیں، کچھ رباعیات اور ایک ترجیع بند شامل تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اب ان کا پورا دیوان شائع ہوچکا ہے اور بعض دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی۔ میں نے اپنا محاسبہ کیا۔ کیا میرے اندر اتنی قوت وصلاحیّت ہے کہ دیوان کا اردو ترجمہ کرسکوں اور "السعی منی والاتمام من اللہ" پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے طے کرلیا کہ میں یہ کوشش ضرور کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ جذبات عقیدت وارادت کی اس آتش خفتہ کو برافروختہ کرنے میں عقیدت وارادت کے علاوہ اور کوئی محرک نہ تھا۔

دیوان میرے پاس نہ تھا اور میں اس کی تلاش میں تھا۔ میں زیارات کی غرض سے سفر ایران پر گیا تو وہاں دیوان مجھے مل گیا اور بلا تاخیر میں نے ترجمہ بھی شروع کردی۔ چھ ماہ سے زیادہ کی شبانہ روز محنت کے بعد ترجمہ مکمل ہوگیا۔

مجھے خوشی ہے کہ ترجمہ کی تکمیل کے بعد بھی ایک غیر مرئی قوت مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دے رہی تھی اور میں اسے خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کیے جا رہا تھا۔ میں اپنے ہی ترجمہ کی خود اصلاح کررہا تھا اور یہ اصلاح کہیں مجھے قابل قبول ہوتی تھی اور کہیں ناقابل قبول۔ ارباب ذوق اور اہل علم ہی عیب وہنر میں تمیز کرسکتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ نقل کما حقّہ مطابق اصل ہے یا نہیں۔ البتہ میں نے تصویر کشی میں مقدور بھر کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے۔ اس میں خوبی ہے تو یہ میرا نہیں اصل کلام کا کمال ہے اور نقص ہے تو میں اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہوں، کیونکہ میرے پیش نظر نہ ستائش کی تمنّا تھی نہ صلے کی پروا۔

حضرت امامؒ کی غزلیں سب عرفانی ہیں اور مرزا اسد اللہ خان غالب کے بقول:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو   بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

شاعرانہ تعبیرات اور عارفانہ اصطلاحات کو سمجھے بغیر شاعر کا مقصود اور عارف کا مطمحِ نظر سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کسی بھی موضوع، وہ بھی عرفان الٰہی جیسے دقیق و عمیق موضوع کی تفہیم مثالوں اور تعبیرات واصطلاحات کے بغیر ممکن نہیں۔ ورنہ کہاں مشاہدۂ حق اور کہاں بادہ وساغر، یہ خاک بلکہ ناپاک اور وہ عالم پاک بلکہ ماورائے ادراک! اب اگر "بادہ" سے مراد "دختِ رز" اور ساغر سے مراد عالم ساغر لیا جائے تو یہ علمی موضوع کو انتہائی بلندی سے اتار کر انتہائی پستی میں گرادینے کے مترادف ہوگا اور ایک شاعر عارف کا مقصود بہرحال یہ عامیانہ خیالات نہیں ہوتے۔

لہٰذا حضرت امام خمینیؒ کے کلام میں جو بادہ، ساغر، خال، لب، چشم، ملبوس، میکدہ، عشق، دلبر، دلدار، مستی اور خرابات اور اس طرح کے کثیر الفاظ استعمال ہوئے ہیں، انہیں ان کے لغوی معنی میں نہیں بلکہ عرفانی اصطلاحی معانی میں سمجھنا چاہیے۔ ورنہ کلام امامؒ ناقدری اور ناقدر شناسی کی نذر ہوجائے گا۔

حضرت امامؒ کے عقیدتمند اور مقلدین اہل علم بھی ہیں اور عوام بھی۔ ظاہر ہے کہ اہل علم اور دانشور غلط فہمی کا شکار کیوں ہوگے۔ البتہ عوام کی صحیح رہنمائی اہل علم اور اہل دانش کی ذمہ داری ہے تاکہ عوام غلط فہمی میں بھی مبتلا نہ ہوں اور ان کا شعور بھی بلند ہو۔

ابن علی واعظ

جمعہ۔ ۱۲ / ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
امام خمینی
کتابخانہ

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانه امام خمینی

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

آشنایان رہ عشق دریں بحر عمیق
غرقہ گشتند و نہ گشتند بہ آب آلودہ

کیا بتائیں آشنایان رہ الفت کا حال
غرق دریا ہو گئے ہیں اور دامن تر نہیں

برگزیدگان و اولیائے خدا کی پاک اور بلند روحیں،
یہ طائران حریم ملکوت،
یہ عندلیبان گلشن لاہوت،
جو عالم امر اور محبوب ازلی کے جوار تقرب سے عالم طبیعت کی مادی تنگنائے اور جہان ترکیب کے محدود دائرہ میں آن پھنسے ہیں، اور آفات و مصائب سے پر عالم ناسوت کے جالوں میں قید ہو گئے ہیں۔ اس نے کی طرح ہیں جو نیستان سے جدا ہو جاتی ہے اور درد و کرب کے عالم میں اس کے قلب سوزان سے مسلسل نالہ شوق ابھرتا رہتا ہے۔ اس عالم غربت و مسافرت میں وہ فراق یار اور دوری دیار کا شکوہ شروع کر دیتے ہیں۔ یہ آرزوؤں سے لبریز روحیں، یہ گلشن قدس کے طائر، برابر اس خیال میں مستغرق رہتے ہیں کہ مادی جسم کی تختہ بندی کو توڑ ڈالیں اور

حادثات سے بھرپور ان جالوں کو شکست دے کر پرواز کر جائیں۔ اور اپنی سابقہ منزل، یعنی جوار وقرب رفیق اعلیٰ کی طرف لوٹ جائیں۔

ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش باز جوید روزگار وصل خویش

چھوڑ بیٹھے جو بھی اپنی اصل کو ڈھونڈتا ہے پھر زمان وصل کو

ان اہل محبت کی توصیف میں امام عارفین ومقتدائے موحدین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "اگر اجل محتوم اور وقت معین نہ ہوتا، جو خدا نے ان کے لیے مقدر ومقرر فرمایا ہے تو ان کی روحیں ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے پیکر مادی میں قرار نہ لیتیں" یہ جمال مطلق کے شیدائی جب سے درد فرقت میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اپنے جذبات اور حق کی عنایات کے سہارے اور اپنے نفس کے تصفیہ وتزکیہ کے ذریعہ، ایک کے بعد ایک تمام حجابوں کو درمیان سے ہٹا دیتے ہیں اور سیر الیٰ اللہ میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اور انوار وحدت کی تجلی حاصل کر کے کثرت کی قید سے آزاد ہوجاتے ہیں تاکہ شہود حق کے مرتبہ تک پہنچ جائیں اور فراق کے بعد مقام جمع کو حاصل کرلیں۔

لیکن مخلصین جو "حضرت دوست" کے منتخب بندے ہیں، اس مرتبہ سے بھی آگے نکل جاتے ہیں کیونکہ وہ مراحل سلوک طے کرلینے کے بعد "سیر من الخلق الیٰ الخلق بالحق" میں مشغول ہوجاتے ہیں، یعنی ان منزل وصل تک پہنچنے والوں اور مراحل سلوک کی انتہا تک پہنچ جانے والوں کی ایک تکلیف اور پیغام رسانی کی ایک ذمہ داری ہے کہ وہ مبدا متعال اور کمال اسمائے جمال کی طرف لوگوں کی راہنمائی کریں۔

یہ مامور ہیں کہ ہدایت کا پرچم بلند رکھیں، معالم ارشاد کو برپا کریں اور مخلوق خدا کو جہالت وگمراہی کے اندھیروں اور استضعاف وظلم کی پستیوں سے نکالیں۔ اور مقام سعادت ومنزل سلامت کی طرف ان کی رہبری کریں۔ اس لیے ان منتخب بندوں کا کام سخت اور دشوار ہے، کیونکہ ایک طرف تو ان کا میلان قلب اپنے معبود ومحبوب کی طرف ہوتا ہے۔ اور وصل مدام کے مشتاق رہتے ہیں اور دوسری طرف مخلوقات کے معاملات میں مشغول ہونے کی وجہ سے

دوام وصل سے محروم رہتے ہیں۔ انبیائے عظام، اولیائے کرام اور ان بزرگواروں کے منصب ومقام کے وارثوں کی یہی حالت رہتی ہے۔ منقول ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب امور خلق میں زیادہ مشغول ہوتے تھے اور اس مشغولیت کی وجہ سے دلتنگی اور گرفتہ خاطری کا احساس فرماتے تھے تو اس کدورت وملال سے رہائی حاصل کرنے کے لئے بلال سے فرماتے تھے:

قم یا بلال، فارحنا بالصلاۃ. بلال! اٹھو اور نماز کے لئے اذان دے کر ہمیں راحت وآرام دو۔ اور اس ملال سے آزاد کرو۔

وہ اولیائے خدا، جو میراث انبیاء کے وارث اور مقام ولایت کے نائب ہیں۔ جب اپنی مسئولیت وتکلیف کے تقاضے کی بنا پر خلق خدا کی راہنمائی کے لئے قیام کرتے ہیں تو حضور وشہود کی خلوت کے فیض سے رک جاتے ہیں۔ لہذا فرصت وفراغت کی فکر اور امید میں لگے رہتے ہیں تاکہ پھر سے "حضرت دوست" کی طرف واپس آئیں۔ اور آئینہ دل کو ذکر خدا کی صیقل سے جلا بخشیں۔ اگرچہ ان ساکنان کوچہ محبت کے دل امور ظاہر اور معاملات وقضایائے خلائق کے حل وفصل کے دوران بھی خدا کے ذکر اور مناجات سے غافل وفارغ نہیں رہتے۔

امام خمینی سلام اللہ علیہ کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ باوجودیکہ ہر قسم کے تعلق کی گرد سے دل کو پاک وصاف کیے ہوئے تھے پھر بھی پیغام رسانی اور رہبری کا بارگراں اپنے کاندھوں پر لیے تھے اور اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے تھے کہ بندگان خدا کی آزادی کے لیے ایک عظیم اور مضبوط انقلاب کی بنیاد رکھیں۔ تاکہ شاید خدائے عالم اس انقلاب کو ایک عالمگیر انقلاب میں اس طرح تبدیل کردے کہ دنیا میں ظلم وجور کے صدیوں سے جمے ہوئے ناپاک قدم اکھڑ جائیں اور پھر سے توحید کی جانفزا روشنی زمین کو اس سرے سے اس سرے تک روشن کردے اور انصاف، آزادی اور ایمانی برابری وبرادری کرۂ ارض کے افسردہ چہرے کو تازگی بخش دے۔ امامؒ جب کبھی اس سنگین ذمہ داری سے فرصت پاتے تھے تو خلوتوں اور اوقات خاص میں موزوں کلام کا سہارا لے کر آتش دل پر پانی چھڑکتے تھے اور شعر کی زبان میں درد فراق کی داستان اپنے دلدار یگانہ کو سناتے تھے۔ امامؒ کو ہرگز شعر وشاعری کا شوق نہ تھا۔ اور نہ انھوں نے کبھی خود کو اس

میں سرگرم رکھا۔ اس عاشق صادق نے جب کبھی اپنے پیغام رسانی کے فریضہ سے فرصت پائی، اپنے درد فراق کا حال کلمات والفاظ موزوں کے قالب میں ڈھال کر حوالہ قرطاس کردیا ان کا مقصد شعر وشاعری نہ تھا۔ بلکہ شعر ان کی پاک وبلند روح کے ہزارہا جلوؤں میں سے ایک تھا۔ ان کا شعر ارحنا یا بلال کی جلوہ گاہ ہے۔ ان کا شعر عاشقانہ راز ونیاز، ایک ہیجان میں آئی ہوئی بیقرار اور مضطرب وبے تاب روح ہے جو عالم تنہائی میں لفظوں سے کام لے کر اپنے دل دردمند کا راز غم اپنے محبوب سے کہتی ہے۔ اور اپنے معبود سے مناجات کرتی ہے۔ وہ قافیہ اندیش نہ تھے اور بقول مولانا روم جب خون ان کے دل میں جوش مارتا تھا تو اس خون میں شعر کا رنگ بھردیتے تھے۔ امامؒ نے خود اپنی شعر گوئی کے بارے میں فرمایا ہے:

"سچی بات یہ ہے کہ میں نہ جوانی میں شعر گوئی پر قدرت رکھتا تھا جو شعر وشعور کا موسم ہوتا ہے اور اب ختم ہوچکا ہے، نہ فصل پیری میں کہ اسے بھی پیچھے چھوڑ چکا ہوں اور نہ ارذل العمر کی حالت میں جس سے اب دست وگریبان ہوں۔"

ہاں، امامؒ کا شعر حالت استغراق کا محصول، حضرت حق کے جلال وجمال کی پاکیزگی کے اقرار میں فنا ہونے کا ثمرہ، اور شہود لقائے دلدار کا نتیجہ ہے!

ہردم از روئے تو نقشی زندم راہ خیال   باکہ گویم کہ دریں پردہ چہا می بینم
کس ندیدست زمشک ختن ونافہ چین   آنچہ من ہر سحر از باد صبا می بینم

ہردم اک نقش بناتا ہے ترے رخ کا خیال
کس کو بتلائیں کہ اس پردہ میں کیا کیا دیکھا
نافہ چیں میں کہاں، مشک ختن میں بھی کہاں
ہر سحر باد صبا میں جو تماشا دیکھا

اس طرح کے شعر جو اس حالت استغراق وشہود سے وجود میں آتے ہیں، شعراء کے درمیان رائج ومتداول ہیئت اور طرز واسلوب سے الگ ایک ہیئت اور طرز واسلوب رکھتے ہیں۔ ہوسکتا

ہے کہ اس طرح کہنے میں کہیں کہیں کچھ تعقید اور زبان کی معینہ رائج موازین وضوابط سے کچھ عدول ہوجائے۔ اس لیے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اسے ادباء وشعراء کے درمیان رائج معیار پر نہیں پرکھنا چاہیے۔ یہ شعر نہیں ہیں۔ بلکہ ایک دل سوختہ کا گداز اور ایک عاشق صادق کی روح سے اٹھنے والے شعلے ہیں جو کسی قسم کی پابندی اور تکلیف کے بغیر کبھی کبھی اس پیر و مرشد کے دل کے آتش فشاں سے لاوے کی طرح ابل پڑے ہیں۔ اور الفاظ کے پیکر میں ڈھل گئے ہیں۔

تا کہ مستغرق شدم در قعر بحر بی خودی سر بہ سر دریا شدم نہ جوی ماند و نہ غدیر

قعر بحر بے خودی میں ایسا مستغرق ہوا جھیل تھا یا نہر، اب تو سر بہ سر دریا ہوں میں

لیکن امامؒ کے منظوم آثار کے وہ رخ بھی ہیں جنھیں اس میدان میں بحث کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ جیسے تعابیر، اصطلاحات، طرز واسلوب اور ان کی فصاحت و بلاغت اور شعراء قدیم وعارفان سابق ان کے کلام پر اثر اندازی، اس طرح کے عنوانات کے لیے ایک تفصیلی بحث اور کافی وقت چاہیے، فی الحال جس کا موقع نہیں ہے۔ لہذا کافی ہے کہ موقع کی مناسبت سے ہم ایک اجمالی نظر ڈال لیں۔

تعبیریں اور اصطلاحیں جو آثار حضرت امامؒ میں استعمال ہوئی ہیں وہی ہیں جو عارفان شاعر اور شاعران عارف اپنے اشعار میں استعمال کرتے آئے ہیں۔ عارفان واصل نے جن معانی کو مشاہدہ اور واردات قلبی کے احوال میں پایا اور ذوق حضور سے آزمایا انھیں الفاظ کے قالب میں ڈھالا اور رمز واستعارہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ کیونکہ وہ مشاہدات وادراکات براہ راست بیان کی گرفت میں نہیں آسکتے اور کلام کا دامن ان معانی کو اپنے اندر سمو لینے کی گنجائش نہیں رکھتا۔

معانی ہرگز اندر حرف ناید کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

کوئی معنی حرف میں آتا نہیں بحر قلزم ظرف میں آتا نہیں

اس لیے یہ اہل عرفان جب ان حالات ومقامات اور ان حقائق ومعارف کے بارے میں

خبر دیتے ہیں ۔ تو انھیں اشارہ و رمز اور استعارہ کا لباس اس طرح پہنا دیتے ہیں ۔ کہ اصل معانی کا ادراک ارباب شہود اور ارباب شہود کے مقامات و مراتب کو جاننے والوں کے علاوہ کوئی نہیں کر پاتا ۔ اس لیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان مقامات سے ناآشنا اور بیگانے غلطیاں کرتے ہیں کیونکہ وہ حقائق کو سمجھ نہیں پاتے ۔

اصطلاحاتی است مر ابدال را　　　که خبر نبود از آن غفّـال را

اصطلاحات رکھتے ہیں ابدال　　　اہل غفلت یہ راز کیا جانیں ؟

توہمات کو دفع کرنے اور رموز و کنایات کی توضیح کے لیے کتابیں اور رسالے لکھے گئے ہیں تاکہ جویائے حق ان کی طرف رجوع کرے اور اصطلاحات کو سمجھے ۔ اس موقع پر فیض کاشانیؒ نے کہا ہے :

چونکہ پردہ نشینان معارف وحقائق اور مخدرات معانی ودقائق اس قدر مخفی ہیں کہ نہ وضع الفاظ سے ان کا سامنے آنا ممکن ہے نہ دلالت الفاظ سے ، اس لیے امثال واشباہ ہی کا سہارا لے کر ان کے اظہار کی کوشش کی جاسکتی ہے ۔ اور ہر حقیقی کو کسی ایسے محسوس کے نام سے جو اس (حقیقی) سے مناسبت رکھتا ہو ، تعبیر کیے بغیر چارہ نہیں ہے ۔ جیسے " رخ ، زلف ، خط خال ، چشم ، ابرو ، دہان ، زنار ، کفر ، ترسا " وغیرہ کہ ان میں سے ہر ایک کے ذریعہ کسی حقیقی معنیٰ کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے ۔ پھر بھی اہل معانی تو ان حقائق سے محفوظ ہوتے ہی ہیں ، مگر اہل صورت بھی ان کی صورت مجازی سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتے ۔

عرفائے کامل نے حقائق کا ادراک ذوق وشہود کے ذریعہ کیا ہے ۔ اور جن حقائق کا مشاہدہ کرنے میں وہ کامیاب ہوئے ان کے لیے تعبیرات واصطلاحات اور ان ادراکات اور واردات کے لیے عبارات وضع کیں تاکہ ان تعبیرات ، اصطلاحات اور عبارات کو وسیلہ بنا کر ان حقائق کے سمجھنے میں ارباب صلاحیّت واستعداد کی رہبری کر سکیں ۔ شمس مغربی کہتا ہے :

اگر بینی درین دیوان اشعار　　　خرابات وخراباتی وخمّـار

بت و زنار و تسبیح و چلیپا مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا

...

(ترجمہ:) دکھاتا ہے مرا دیوان اشعار خرابات وخراباتی وخمّار

بت وزنار و تسبیح وچلیپاّ مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا

شراب وشاہد وشمع وشبستاں خروش بربط وآواز مستاں

مے ومیخانہ ورند خرابات حریف وساقی ومرد مناجات

نوائے ارغنون و نالہ نے صبوح و مجلس وجام پیا پے

خط و خال و قد بالا و ابرو عذار وعارض و رخسار و گیسو

نہ ان باتوں پہ پیچ وتاب کھانا کہ مقصد ہے در مقصود پانا

اشارہ ہے سروپائے عبارت یہ ہے گفتار ارباب اشارت

نظر کو نغز کر تا نغز پائے گزر جا پوست سے تا مغز پائے

اب اس مقدمہ کے بعد ہم ایک نظر حضرت امامؒ کے کلام پرڈالتے ہیں۔

حضرت امامؒ نے بلند مرتبہ عرفاء اور سلف صالح کے اصطلاحات سے استفادہ کرتے ہوئے ان کی تعبیرات کواپنے اشعار میں استعمال کیا ہے۔ ایسا بھی ہے کہ کہیں کہیں ان مصطلحات کو استعمال کرتے ہوئے نئے مضامین اور نئے معانی مراد لیے ہیں۔ جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے۔ تمام مصطلحات کا مفصل بیان اس مختصر مضمون میں مشکل ہے لہذا ہم بطور نمونہ چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ تاکہ طلبہ اور محققین کے لیے استفادہ کا سبب ہو سکے اور وہ سمجھ سکیں کہ ان تعبیرات کا مقصد محسوس ومتعارف مصادیق نہیں ہیں بلکہ ہر تعبیر سے ایک حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

اہل عرفان نے جو اصطلاحات اپنے کلام میں استعمال کی ہیں ان میں ایک اصطلاح " رخ "

ہے۔ جس کے بارے میں انھوں نے بتایا ہے کہ اس سے مراد " تجلی جمال حضرت حق " ہے جو اعیان عالم کی ایجاد اور اسمائے الٰہی کے ظہور کا سبب ہے۔ نیز انھوں نے یہ بھی کہا کہ " رخ " سے مراد لطف الٰہی ہے۔ فیضؒ نے اس معنیٰ کے بارے میں کہا ہے:

" رخ جمال الٰہی ایسی تجلی سے عبارت ہے جس میں صفت لطف بھی ہو جیسے لطیف، روٴف، تواب، محیی، ہادی، وہاب "۔

امامؒ نے بار بار لفظ " رخ " کو اپنے کلام میں استعمال کیا ہے:

اے خوب رخ کہ پردہ نشینی وبی حجاب اے صد ہزار جلوہ گر و باز در نقاب

اے سراپا لطف اے پردہ نشین وبے حجاب
لاکھوں جلوے ہیں ترے، پھر بھی ترے رخ پر نقاب

با عاقلان بگو کہ رخ یار ظاہر است
کاوش بس است این ہمہ در جستجوی دوست

ظاہر ہے روئے دوست، کہو اہل ہوش سے کافی ہے کاوش طلب و جستجوئے دوست

شمس مغربی کہتا ہے:

اے جملہ جہان در رخ جان بخش تو پیدا اے روئے تو در آئینہ کون ہویدا
تا شاہد حسن تو در آئینہ نظر کرد عکس رخ خود دید، بشد والہ وشیدا

رخ جاں بخش میں تیرے ہے یہ عالم سارا ہر طرف آئینہ کون میں تیرا جلوہ
عکس رخ دیکھا تھا اپنا ہی خود آئینے میں شاہد حسن ترا، اپنا ہی مشتاق ہوا

حافظؒ کہتا ہے:

مردم دیدۂ ما جز بہ رخت ناظر نیست دل سرگشتہ ما غیر ترا ذاکر نیست

مردم دیدہ ترے رخ کا فقط، ناظر ہے دل سرگشتہ ہے ذاکر، تو ترا ذاکر ہے

دوسری اصطلاح "زلف" ہے۔ جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ کلیات وجزئیات، معقولات و محسوسات، ارواح واجسام اور جواہر واعراض کے مرتبہ امکانیہ سے کنایہ ہے۔ عراقی کہتا ہے: "زلف غیب ہویّت سے عبارت ہے جس تک رسائی کی کسی کے لیے راہ نہیں ہے۔" فیض کہتے ہیں: "زلف تجلی الہی سے عبارت ہے جس میں صفت قہر بھی ہو۔ جیسے مانع، قابض، قہار، ممیت، مضل۔"

امامؒ فرماتے ہیں:

سر زلفت بکناری زن ورخسار کشا تا جہان محو شود، خرقہ کشد سوئے فنا
زلف چہرے سے ہٹا، تابش رخسار دکھا یہ جہاں جائے مع خرقہ سوئے دار فنا
در صید عارفان وزہستی رمیدگان زلفت چو دام وخال لبت ہمچو دانہ ہست
کرتا ہے صید عارف وہستی رمیدہ کو ہے زلف دام، خال لب یار دانہ ہے

عراقی کہتا ہے:

زلفش گرہی بکشود بند از دل ما برخاست دل جان زجہان بگرفت در حلقہ زلفش بست
گرہ زلف کھلی تھی کہ کھلی دل کی گرہ حلقہ زلف میں جاں، دل نے مسلسل کردی

مغربی کہتا ہے:

زان زلف پراگندہ و زان غمزۂ فتان پرگشت جہان سر بسر از فتنہ وآشوب
فتنہ گر غمزہ ہو یا زلف پریشاں اس کی کل جہاں صید اسی فتنہ وآشوب کا ہے

ایک اصطلاح عرفانی "خال" ہے۔ کہتے ہیں کہ "خال نقطہ وحدت حقیقی سے عبارت ہے" اور مراد وحدت ذات ہے۔ فیضؒ کہتے ہیں: "خال عبارت ہے نقطہ وحدت حقیقیہ سے من حیث الخفاء، جو کثرت اعتباری کا مبدا بھی ہے اور منتہیٰ بھی، اور اغیار کے ادراک وشعور سے محتجب و مخفی ہے۔"

امامؒ اس معنیٰ کو یوں کہتے ہیں:

من بخال لبت ای دوست گرفتار شدم   چشم بیمار ترا دیدم و بیمار شدم
زندانی خال لب دلدار ہوا ہوں   میں نرگس بیمار کا بیمار ہوا ہوں
گیسوئی یار دام دل عاشقان او   خال سیاه پشت لبش دانہ من است
گیسوئے یار دم دل اہل عشق ہے   خال سیاہ لب پہ جو ہے دانہ ہے مرا

عطا کہتا ہے:

در طواف نقطہ خالت ز شوق   چرخ سرگردان چو پرکاری بود
شوق طواف نقطہ خال حبیب میں   چکر میں آسمان ہے پرکار کی طرح

عراقی کہتا ہے:

سودائی زلف و خالت جز در خیال ناید   اندیشہ جمالت جز در گمان نگنجد
آتا ہے بس خیال میں سودائے زلف و خال   اندیشہ جمال بس اپنے گماں میں ہے

ایک اور اصطلاح "لب" ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کلام ہے۔ اور "نفس رحمانی" کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو اعیان پر افاضہ وجود کرتا ہے۔ فیضؒ کا بیان ہے: "لب عبارت ہے رواں بخشی و جاں فزائی سے جسے شرع کی زبان میں "نفخ روح" کہتے ہیں۔"

امامؒ اس مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں:

شیرین لب و شیرین خط و شیرین گفتار
آن کیست کہ با این ہمہ فرہاد تو نیست

کوئی شیریں لب ہو، شیریں خط ہو یا شیریں مقال
پا کے سب کچھ جس کو بھی دیکھو ترا فرہاد ہے

سر نہم بر قدم دوست بہ خلوت گہ عشق
لب نہم بر لب شیرین تو فرہاد شوم

سر ہو میرا ترے قدموں پہ ، بہ خلوت گہہ عشق

لب ہوں تیرے لب شیریں پہ تو فرہاد ہوں میں

عراقی کہتا ہے :

حلاوت لب تو دوش یاد می کردم　　بسا شکر کہ در آن لحظہ در دہان انداخت

یاد آئی مجھے کل شب تری شیرینی لب　　بن گئے لب مرے کان شکر و قند و نبات

حافظ کہتا ہے :

آنکہ جز کعبہ مقامش نبد از یاد لبت

بر در میکدہ دیدم کہ مقیم افتاد است

یاد لب میں ترے جز کعبہ کا نہ تھا جس کا مقام

در میخانہ پہ دیکھا ہے لگائے بستر

ایک اور اصطلاح "چشم" ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ اعیان واستعدادات کے لیے شہود حق کی طرف اشارہ ہے ۔ اور اس شہود کو صفت "بصر" سے تعبیر کرتے ہیں ۔ شرح گلشن راز میں ہے کہ "وہ بیماری اور مستی جو بعد وفراق اور پندار خودی سے پیدا ہوتی ہے اور عاشقان دلسوختہ کو جمال جاناں کے مشاہدہ سے محروم رکھتی ہے، سب اسی کو چشم پر کرشمہ کے لوازم و آثار میں سے ہے ۔"

امامؒ اس مفہوم کو یوں کہتے ہیں :

پیرم ولی بہ گوشہ چشمی جوان شوم　　لطفی کہ از سراچہ آفاق بگذرم

ایک غمزہ تو دکھائے تو پلٹ آئے شباب　　تو جو چاہے تو میں آفاق کی حد سے گزروں

گوشہ چشم کشا بر من مسکین بنگر　　ناز کن ناز کہ این بادیہ سامانش نیست

ہم غریبوں کی طرف بھی تو ہو اک غمزۂ ناز　　ناز کر ناز، کہ صحرا مرا ساماں، کیا ہے ؟!

عراقی کہتا ہے:

بہ یک کرشمہ کہ چشمت بہ ابروان انداخت   ہزار فتنہ و آشوب در جہان انداخت

چشم و ابرو کے اک کرشمے نے   فتنے پھیلا دیے زمانے میں

مغربی کہتا ہے:

چو بادہ چشم تو خوردست دل خراب چراست
چو خال تست بر آتش جگر کباب چراست

شراب آنکھ نے پی، حال دل خراب ہے کیوں
ہے تل جو آتش رخ پر، جگر کباب ہے کیوں

ایک اور اصطلاح " مے و شراب " ہے۔ اس سے غلبات عشق کی طرف اشارہ ہے۔ فیضؒ کہتے ہیں: " شراب سے اس ذوق و وجد و حال کی طرف اشارہ ہے جو محبوب حقیقی کے جلوہ سے سالک کے دل پر غلبہ محبت کے اوقات میں وارد ہوتا ہے۔ اور سالک کو مست و بیخود کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا برطرف ہونا قواعد عقلی کا انہدام اور معاقد وہمی کا ٹوٹ جانا ہے۔"

امامؒ اس مفہوم کو یوں ادا کرتے ہیں:

من خواستار جام می از دست دلبرم   این راز باکہ گویم و این غم کجا برم

دل میں حسرت ہے کہ پیمانہ ترے ہاتھ سے لوں
کہاں لے جاؤں یہ غم، کس سے میں یہ راز کہوں

الا یا ایہا الساقی زمی پر ساز جامم را   کہ از جانم فرو ریزد ہوائی ننگ و نامم را

اٹھ اور مے سے بھر دے ساقیا ہمارے جام کو
جو دل سے دور پھینک دے ہوائے ننگ و نام کو

حکیم سنائی کہتا ہے:

ساقیا دانی کہ مخموریم در دہ جام را ساعتی آرام کن این عمر بی آرام را

ساقیا ہم ہیں ترے رند، کوئی جام ملے دو گھڑی عمر بے آرام کو آرام ملے

عطاّر نے کہا ہے:

از می عشق تو مست افتادہ ام

بر درت چون خاک پست افتادہ ام

ہم مئے عشق سے سرمست بڑے ہیں ساقی

خاک در بن کے ترے در پہ پڑے ہیں ساقی

ایک اور اصطلاح ہے "ابرو" جس سے مراد صفات الٰہی ہیں جو حاجب ذات ہیں اور عالم وجود صفات ہی سے رونق اور بہاء و جمال حاصل کرتا ہے۔

امامؒ فرماتے ہیں:

ابروی تو قبلہ نمازم باشد ابروئے دوست قبلہ ہے میری نماز کا

یاد تو گرہ کشای رازم باشد اور عشق دوست پردہ کشا دل کے راز کا

خم ابروی کجت قبلہ محراب منست

تاب گیسوی تو خود راز تب و تاب منست

خم ترے ابرو کا میرا قبلہ محراب ہے

تاب گیسو میرے درد دل کا پیچ و تاب ہے

مغربی کہتا ہے:

از آن در ابروی خوبان نظر پیوستہ می دارم کہ در ابروی ہر مہرو نمی بینم جز ابرویش

اسی لیے ابروئے خوباں پہ نظر ہے میری کسی ابرو میں نہیں کچھ، ترے ابرو کے سوا

حافظ کہتا ہے:

خمی کہ ابروی شوخ تو در کمان انداخت   بہ قصد جان من زار ناتوان انداخت

ترے شوخ ابروؤں نے دیا اپنا خم کماں کو   کہ بنا سکے نشانہ مرے قلب ناتواں کو

نمونہ کے لیے یہ چند اصطلاحات کافی ہیں۔ ارباب ذوق مزید معلومات کے لیے ان کتب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں جو اس موضوع پر ترتیب دی گئی ہیں۔ یا اس کتاب کی طرف جو "مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ" "اشعار امامؒ" میں استعمال شدہ اصطلاحات کی مکمل و مفصل شرح کے سلسلہ میں نشر کرنے والا ہے۔

مختصر یہ کہ شعر امامؒ ایک مرجع کا کلام ہے جن کے لیے آئین و حدود سے سر مو انحراف بھی ناقابل برداشت ہوتا ہے اور شریعت کا چھوٹا سا حکم معطل ہونا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کی بات کو مسند نشینان عرفان اور دعویٰ داران معرفت کی باتوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ ایک بہت بڑا اشتباہ ہوگا۔ امام خمینیؒ نے بہت سے مواقع پر اپنے اشعار و آثار میں صوفیان دعویٰ دار اور مدعیان ریاکار کو نشانہ طنز اور انھیں اور ان کے طور طریق کو ہدف سرزنش وملامت بنایا ہے:

از صوفیها صفا ندیدم هرگز   زین طائفه من وفا ندیدم هرگز

زین مدعیان که فاش انا الحق گویند   با خود بینی فنا ندیدم هرگز

صوفی میں صفا نظر نہ آئی مجھ کو   اس صف میں وفا نظر نہ آئی مجھ کو

کہتے ہیں انا الحق علی الاعلان یہ لوگ   خود بین ہیں، فنا نظر نہ آئی مجھ کو

صوفی از وصل دوست بی خبر است   صوفی بی صفا نمی خواهم

صوفی تو وصل دوست سے ابتک ہے بے خبر

میں ایسے صوفیوں سے صفا چاہتا نہیں

آنکه دل بگسلد از هر دو جهان درویش است   وآنکه بگذشت ز پیدا و نهان درویش است

خرقہ وخانقہ از مذہب رندان دور است   آنکہ دوری کند از این واز آن درویش است

صوفیی کو بہوای دل خود شد درویش   بندۂ ہمّت خویش است چسان درویش است

جس کا دل ہو بے نیاز دو جہاں، درویش ہے

جو ہو بے پروائے مخفی و عیاں، درویش ہے

خانقاہ و خرقہ سے ہے مذہب رنداں الگ

جو ہو ان دونوں سے بیزاری کناں، درویش ہے

خواہش دل سے کوئی صوفی، بنے درویش اگر

اپنی خواہش کا وہ بندہ ہے، کہاں درویش ہے

امامؒ اصطلاحات ومباحث کے پیچ وخم میں فکر ونظر اور قلب وروح کی مشغولیّت کو بھی سنگ راہ اور آگے بڑھنے کے بجائے اسی مرحلہ پر ٹھہرے رہنے کو حجاب قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ بار بار اپنے نظم ونثر کے آثار میں اس کا اظہار کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"عہد شباب میں زرق برق مفاہیم واصطلاحات میں سرگرم رہتا تھا۔ جن سے نہ جمعیّت خاطر نصیب ہوتی تھی نہ حال، "اسفار اربعہ" نے اپنے طول وعرض کے باوجود مجھے سوئے دوست سفر سے روکے رکھا۔ نہ "فتوحات" سے فتح نصیب ہوئی اور نہ "فصوص الحکم" سے حکمت حاصل ہوئی۔ جب ایسی اہم کتابوں کا یہ حال ہے۔ تو دوسری کتابوں کے بارے میں کیا کہا جائے؟"

از "فتوحاتم" نہ شد فتحی واز "مصباح" نوری   ہر چہ خواہم در درون جامہ آن دلفریب است

نور "مصباح" نے بخشا نہ "فتوحات" نے فتح   میرا مطلب ہے پس پردۂ ملبوس حبیب

بشکنیم آئینہ فلسفہ و عرفان را   از صنم خانہ این قافلہ بیگانہ شویم

فارغ از خانقہ و مدرسہ و دیر شدہ   پشت پایی زدہ بر ہستی وفرزانہ شویم

شکستہ کر کے پھینکیں حکمت و عرفاں کا آئینہ یہ بتخانہ ہے، بتخانہ سے ہم بیگانہ ہوجائیں
نہ دیکھیں مڑ کے سوئے خانقاہ و مکتب و مسجد خودی کو مڑ کے ٹھوکر ماردیں، فرزانہ ہوجائیں

امامؒ کا اسلوب کلام اور ان کے آثار میں اکابر کا طرز و انداز

جیسا کہ معلوم ہے ارباب نظر اور محققان ادب نے معینہ معیار و ضوابط کے مطابق، شعر فارسی کے چار ادوار قرار دیے ہیں۔ یعنی طرز خراسانی، طرز عراقی، طرز ہندی اور عصر باز گشت۔

یہ حد و حصر علم ریاضی کے قواعد کی طرح قطعیت تو نہیں رکھتا۔ پھر بھی ایسے مشخصات کا حامل ضرور ہے جن سے طرز و روش آثار کا تعین بہرحال ہوجاتا ہے۔ تقسیم کے اس معیار کے مطابق کہا جاسکتا ہے کہ امام ؒ کا کلام اپنے اسلوب کے اعتبار سے وہی طرز عراقی ہے۔ انھوں نے اسی طرز کو اختیار کیا ہے۔ اور سخنوران طرز عراقی کا تتبع کیا ہے۔ قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ ان کے کلام میں چند ایسے کلمات اور الفاظ بھی آئے ہیں جن پر ادبیات معاصر اور آج کی زبان کی چھاپ ہے۔ بعض الفاظ سے نئے مضامین و مفاہیم مراد لیے ہیں۔ جیسے حسب ذیل شعر میں لفظ "وابستہ" اور "پناہندہ":

وارستگان بدوست پناہندہ گشتہ اند وابستہ ای چو من بہ جہان بی پناہ شد
آزادگان دہر کو دی دوست نے پناہ مجھ سا اسیر طوق جہاں بے پناہ ہے

یا جیسے لفظ "شکوفا" جو متقدمین کے کلام میں استعمال نہیں ہوا مگر آج رائج ہے:

نو بہار آید و گلزار شکوفا گردد بی گمان کوتہی عمر خزان خواہی دید
غنچہ و گل مسکرائیں گے، بہار آنے کو ہے عمر کوتہ کا تصور داستاں ہوجائے گا

حضرت امامؒ نے عظیم شعراء کے طرز پر غزلیں کہی ہیں۔ اور چونکہ اس مختصر مضمون میں زیادہ گنجائش نہیں ہے اس لیے ہم چند نمونوں پر اکتفاء کررہے ہیں:

عطار نے کہا ہے: درد دل را دوا نمی دانم گم شدم سر ز پا نمی دانم

میں گم ہوں، درد دل کی دوا جانتا نہیں رکھتے ہیں فرق کیا سر و پا، جانتا نہیں

امامؒ نے فرمایا ہے:

درد خواہم دوا نمی خواہم میں درد چاہتا ہوں دوا چاہتا نہیں
غصہ خواہم نوا نمی خواہم ہوں جستجوئے غم میں، نوا چاہتا نہیں

مولانا رومؒ نے کہا ہے:

آن یوسف خوش عذار آمد وہ یوسف گل عذار آیا
و آن عیسی روزگار آمد وہ عیسی روزگار آیا

امامؒ فرماتے ہیں:

کوتاہ سخن کہ یار آمد قصہّ کوتاہ، یار آیا
باگیسوئے مشکبار آمد باگیسوئے مشکبار آیا

سعدیؒ کہتے ہیں:

شادی بہ روزگار گدایان کوی دوست بر خاک رہ نشستہ بہ امید روی دوست
ہیں کتنے خوش نصیب گدایان کوئے دوست بیٹھے ہیں خاک رہ پہ بہ امید روئے دوست

امامؒ فرماتے ہیں:

عمری گذشت و راہ نبردم بہ کوی دوست مجلس تمام گشت و ندیدیم روی دوست
آخر ہے عمر، دیکھ سکے ہم نہ کوئے دوست مجلس ہے ختم اور نظر آیا نہ روئے دوست

سعدیؒ کہتے ہیں:

یک امشبی کہ در آغوش شاہد شکرم گرم چو عود بر آتش نہند غم مخورم
کنار شاہد شیریں ملا ہے آج کی رات ہوں مثل عود بر آتش بھی اب، تو غم کیا ہے

امامؒ فرماتے ہیں:

یک امشبی کہ در آغوش ماہ تابانم   ز ہر چہ در دو جہان ہست روی گردانم

ہے آج سر مرا آغوش ماہ تاباں میں   ہو جو بھی کچھ ہو، مجھے کیا، جہان امکاں میں

عماد فقیہ کہتے ہیں :

پوشیدہ ام ز آبی و خاکی نیاز خویش   ظاہر نکردہ با در و دیوار راز خویش

چھپائے آبی و خاکی سے ہوں نیاز اپنا   نہیں کہا در و دیوار سے بھی راز اپنا

امامؒ فرماتے ہیں :

بیدل کجا رود بہ کہ گوید نیاز خویش   با ناکسان چگونہ کند فاش راز خویش

جو ہے حامل دل باختہ یہی بل ہے اسکے نیاز میں
یہ بعید ہے کہ وہ ناکسوں کو شریک کر سکے راز میں

سخنوران و شعرائے فارسی کے درمیان حضرت امام قدس سرہ، کو خواجہ حافظ شیرازیؒ سے خصوصی لگاؤ ہے ۔ انھوں نے اپنے آثار میں حافظ کی " لسان الغیب " کی آسمانی غزلوں کا بیشتر تعاقب و استقبال کیا ہے ۔ ہم ایسے چند نمونے پیش کرتے ہیں :

حافظؒ کہتے ہیں :

یاد باد آنکہ سر کوی تو ام منزل بود   دیدہ را روشنی از خاک درت حاصل بود

یاد ہو گا، ترے کوچہ میں مری منزل تھی   خاک در کی ترے، آنکھوں کو ضیا حاصل تھی

امامؒ کہتے ہیں :

کاش روزی بہ سر کوی تو ام منزل بود   کہ در آن شادی و اندوہ مراد دل بود

تیرے کوچہ میں ہو منزل، مرا عزم دل تھا   جو بھی گزرے وہیں گزرے، یہ مرا حاصل تھا

خواجہؒ کہتے ہیں :

در ہمہ دیر مغان نیست چو من شیدائی   خرقہ جایی دگر و بادہ و دفتر جایی

دیر رنداں میں نہیں عاشق کوئی مجھ سا کہیں   بادہ وساغر کہیں، دفتر کہیں، خرقہ کہیں

امامؒ کہتے ہیں:

جز سر کوی تو اے دوست ندارم جائی   در سرم نیست بجز خاک درت سودائی

کوئی منزل نہیں میری، ترے کوچہ کے سوا   میرے سر میں ہے تری خاک قدم کا سود

حافظؒ کہتا ہے:

دوستان عیب من بیدل حیران مکنید   گوہری دارم و صاحب نظری می جویم

میں خود ہوں بیدل و حیراں، یہ طنز بند کرو   گہر لیے کسی اہل نظر کو ڈھونڈ تا ہوں

امامؒ نے فرمایا ہے:

من درین بادیہ صاحب نظری می جویم   راہ گم کردہ ام و راہبری می جویم

میں صحرا میں اہل نظر ڈھونڈ تا ہوں   ہوں گم کردہ رہ، راہبر ڈھونڈ تا ہوں

بہت سے شعراء نے لفظ "ہیچ" کو ردیف قرار دے کر غزلیں کہی ہیں۔ جن میں دو شاعروں یعنی شفائی اصفہانی اور حزین لاہیجی نے ایک ہی ردیف، ایک ہی قافیہ اور ایک ہی بحر میں غزلیں کہی اور لفظ "ہیچ" کو قافیہ قرار دیا ہے۔ اور عاشق اصفہانی نے اسی بحر و ردیف میں قافیہ بدل کے غزل کہی ہے۔

حکیم شفائی کہتے ہیں:

مائیم و ہمیں خاطر افگار و دگر ہیچ   در ساختہ بار احت و آزار و دگر ہیچ

ہم ہیں اور خاطر افگار ہے اور کچھ بھی نہیں   صحبت راحت و آزار ہے اور کچھ بھی نہیں

حزین لاہیجی کہتے ہیں:

مائیم و دل و آرزوی یار و دگر ہیچ   قاصد برسان مژدۂ دیدار و دگر ہیچ

ہم ہیں، دل ہے، آرزوئے یار ہے، اور کچھ نہیں

انتظار مژدۂ دیدار ہے، اور کچھ نہیں

عاشق اصفہانی کہتے ہیں:

در باغ تو حق نفس باد صبا ہیچ — در کوی تو آمد شد بی حاصل ما ہیچ

یہ حق صبا کو کہاں، سانس تیرے باغ میں لے — ہماری آمد وشد کیا ہے تیرے کوچے میں

اور امامؒ فرماتے ہیں:

مائیم و یکی خرقۂ تزویر و دگر ہیچ — در دام ریا بستہ بہ زنجیر و دگر ہیچ

ہم ہیں اور خرقۂ تزویر ہے اور کچھ بھی نہیں — خودسری پاؤں کی زنجیر ہے اور کچھ بھی نہیں

حکیم سبزواریؒ ۔ مخلص بہ اسرار کی ایک غزل "عشق" کی ردیف میں ہے ۔ کہتا ہے:

نقش دیوان قضا آیتی از دفتر عشق — آسمان بی سر و پایی بود از کشور عشق

عشق کے دفتر کی اک آیت ہے تحریر قضا — عشق کے پائے سے نیچا ہے فراز آسماں

امامؒ فرماتے ہیں:

وہ چہ افراشتہ شد در دو جہان پرچم عشق — آدم و جنّ و ملک ماندہ بہ پیچ و خم عشق

واہ کیا خوب زمانے میں اڑا پرچم عشق — آدم و جنّ و ملک بستہ پیچ و خم عشق

ادب معاصر پر امامؒ کا اثر

امامؒ کی شخصیّت مختلف سمتوں میں کثیر خیرات وبرکات کا منشا ومنبع رہی ہے ۔ انھوں نے بنیادی طور سے معاشرہ پر وسیع اور عمیق اثر ڈالا ہے ۔ جس تحریک کا انھوں نے آغاز کیا تھا اور جس کا انجام ایک عظیم انقلاب کی کامیابی کی شکل میں رونما ہوا ۔ وہ زندگی کے تمام تر امور میں وسیع وعمیق تبدیلیوں کا سبب ہوا ۔ چنانچہ فن وادب میں بھی اس نے دور رس تبدیلیاں پیدا کیں ۔ اہل قلم اور شعراء میں جنبش پیدا کی تاکہ وہ اپنے نگارشات اور منظومات کو وسیلہ بنا کر نظام جور وفساد کے مطاعن ومفاسد کو منظر عام پر لائیں ۔ اور اس مفید ومؤثر طریقہ سے انقلاب کی تحریک کو تیز گام بنائیں ۔ یہ جنبش امامؒ کی جلاوطنی کے دور میں بھی آپؒ کے

بیانات واعلانات کے ذریعہ بڑھتی رہی یہاں تک کہ آستانہ کامیابی پر دستک دینے لگی ۔ دھیرے دھیرے اوج کمال تک پہنچی اس شان سے کہ پر جوش وپر شور انقلابی نعرے عوام کے دلوں کی گہرائیوں سے ابلنے لگے ۔ اور اس سرے سے اس سرے تک تمام رکاوٹوں کو توڑتے چلے گئے ۔

وہ لوگ جنھوں نے وہ شاندار اور تابناک وپرشکوہ دور اور عوامی کروفر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، عشق وایمان کی اس جوش وخروش سے بھری ہوئی فضا کو ہرگز فراموش نہیں کرسکتے ۔ اس زمانہ کی یادیں ان کے دل سے کبھی نہیں مٹ سکیں گی ۔ وہ نہ بھلائے جانے والے دن بھی پر جوش ادبی وشعری آثار کے ظہور کا سبب ہوئے ۔

انقلاب کی کامیابی اور حکومت اسلامی کے قیام کے بعد، ایران کی سرحدیں استعمار واستکبار کے فرمان کی بنا پر دشمن کے پے در پے جارحانہ حملوں کا نشانہ بنیں ۔ بد سرشت دشمن نے انقلاب اسلامی کو مٹانے کے لیے پوری طاقت اس زمین مقدس پر حملہ کیا ہی تھا کہ امامؒ کی بہترین اور موثر روحانی قیادت میں بہادر اور پرجوش ایرانی قوم جرات وشجاعت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے مقابل کھڑی ہوگئی ۔ اور اپنے پاکیزہ خون سے غیرت وعزت کے گہرے نقوش صفحہ تاریخ پر ثبت کردیے ۔ جو ہمیشہ جگمگائے رہیں گے ۔ اس اچانک جارحانہ حملہ کے نتیجہ میں فن وادب پر بھی اثر پڑا اور ادب وہنر کا ایک نیا باب کھل گیا ۔ جس کی وجہ سے ہمیشہ باقی رہنے والے آثار اور فن پارے وجود میں آئے ۔

ادبی دنیا میں انقلاب کا ایک عامل امامؒ کے نثری آثار وخطوط ہیں ۔ جنھوں نے اسلوب نگارش میں ایک نئی فصل قائم کی ۔ اگرچہ ہم یہاں پر امامؒ کی نثر نگاری سے بحث نہیں کرنا چاہتے ۔ لیکن مناسب نہیں ہے کہ اس " مرد عرفان " کے نثری آثار میں سے چند جملے اس مضمون کی زیب وزینت کے لیے بیان نہ کریں ۔

حضرت امامؒ حوزہ علمیہ وجامعہ روحانیّت کے نام اپنے ایک پیغام میں تحریر فرماتے ہیں :

" سلام ہو روحانیّت کی دائمی وجاودانی داستان شجاعت کی بنیاد ڈالنے والوں اور حماسہ

سازوں پر جنھوں نے رسالہ عملیّہ اور اپنی دلیرانہ کاروائیاں شہادت کے خون اور لہو کی روشنائی سے لکھی ہیں اور منبر ووعظ وخطابت پر اپنی زندگی کا چراغ روشن کر کے اسے گوہر شب چراغ بنا دیا ہے۔ قابل فخر وآفریں ہیں حوزہ وروحانیت کے وہ شہید جنھوں نے ہنگامہ نبرد میں اپنے درس و بحث ومدرسہ سے رشتہ ٹورا تو دنیا کی آرزوؤں کی زنجیروں کو حقیقت علم کے پیروں سے جدا کردیا۔ اور دل پر سکون وذہن مطمئن کے ساتھ اہل عرش کے مہمان ہوئے۔ اور عالم ملکوت کے رہنے والوں کے مجمع میں حاضری کے ترانے پڑھے ...“

جیسا کہ ہم جانتے ہیں امام ؒ کی بابرکت حیات میں ان کے منظوم آثار میں سے چند منتشر قطعات کے علاوہ کچھ شائع نہیں ہوا۔ آپ ؒ کی رحلت کے بعد ان کی پہلی غزل کی اشاعت نے ادباء وشعراء اور ان کے ارادتمندوں میں ایک نیا ذوق پیدا کیا۔ یہاں تک ان کی غزل کے انداز میں غزلیں اور انکے منظومات پر تضمینیں کہی گئیں۔ اگر کوئی ریسرچ اسکالر ان آثار کو جمع کرے جو ان کی اولین غزل کے تتبع میں منظر عام پر آئی ہیں۔ تو انکشاف ہوگا کہ تنہا اسی ایک غزل نے اذہان وافکار کو کس قدر متاثر کیا ہے۔

جب امام ؒ کے منظوم آثار۔ یعنی ایک عالم دین اور مرجع روحانی کے شور وحال وذوق کی حکایت۔ جو خود احکام شرع اور آئین دین مبین کا محافظ ونگہبان تھا اور تقویٰ وتقدس کا نمونہ تھا، شائع ہوئے۔ تو جمود و خمود کے حصار میں دراڑیں پڑگئیں۔ اور محض ظاہر پر نگاہ رکھنے والوں کے ذہنوں کو جھٹکا لگا۔ مگر ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنھیں انتباہ ملا کہ اہل عرفان پر طنز کرنا اور ان کو نشانہ ملامت بنانا محض تنگ نظری اور کم مائگی ہے۔

اس روح قدسی کے سفر روحانی نے ایک تلاطم برپا کردیا۔ ان کے چاہنے والے شعراء اور سخنوروں نے اثر انگیزی سے بھرپور مرثیے اور شور واحساس سے مالا مال غم نامے لکھے۔ جن کے بارے میں پورے اعتماد ویقین سے کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبر خدا ؐ اور ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کے بعد کسی بزرگ کے انتقال پر نہ اتنی بڑی تعداد میں سوگنامے اور مرثیے لکھے گئے اور نہ اس طرح اپنے جذبات غم والم کا اظہار کیا گیا۔ یہ ایسے منظومات ہیں جن کے درمیان کثیر تعداد میں

نادر طرز اور جداگانہ انداز رکھنے والے آثار ہیں جو فارسی شعر وادب کے قیمتی ذخیروں میں شمار ہوتے ہیں اور تاریخ ادب میں ہمیشہ باقی رہیں گے ۔

آخر میں چند نکات کی طرف توجہ دہانی ضروری ہے :

۱۔ امامؒ اپنے کچھ اشعار میں تبدیلیاں فرمائی ہیں ۔ کسی حرف یا لفظ کو قلمزد کر کے اس کی جگہ دوسرا حرف یا لفظ تحریر فرما دیا ہے ۔ بعض اشعار بھی از سر نو لکھے ہیں ۔

۲ ۔ چونکہ امامؒ کے کافی منظومات، جو مختلف اصناف سخن میں ہیں جیسے غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، مسمّط اور ترجیع بند ۔ محفوظ رہ گئے ہیں اور اب ان سب کو یکجا کر کے طبع کیا جا رہا ہے ۔ اس لیے ان کے لیے ایک خاص تدوین وترتیب قائم کی گئی ہے ۔ اس تدوین وترتیب کے مطابق سب سے پہلے غزل کو جگہ دی گئی ہے کیونکہ غزلوں کی تعداد دوسرے اصناف سخن کی بہ نسبت زیادہ ہے ۔ اس کے بعد رباعیات، قصائد، مسمّط، ترجیع بند اور قطعات واشعار پراگندہ کو جگہ دی گئی ہے ۔ تمام اصناف سخن کو حرف " روی " کی مناسبت سے مرتب کیا گیا ہے ۔ اور دوسرے متفرق اشعار بھی اسی نہج پر شامل کیے گئے ہیں ۔

۳ ۔ " واحد ادبیات " مؤسسہ نے ایک باب " شناسنامہ سرودہ ھا " کے عنوان سے منظم کیا ہے اور دیوان کے آخر میں شامل ہے ۔ اس باب میں عروض وقافیہ، بدیع ومعانی وبیان اور اسلوب شناسی کے نقطہ نظر سے ہر نظم کی فنی خصوصیات دقت واختصار کے ساتھ حسب ذیل ترتیب کے مطابق بیان کیے گئے ہیں :

- نام نظم
- مطلع
- وزن (بحر مع زحافات، تقطیع اصطلاحی افاعیل اور متعارف علائم کے مطابق)
- صنف ادب (ہر نظم کو مشخص کیا گیا ہے کہ وہ غزل ہے یا قصیدہ یا ...)
- تعداد اشعار
- سبک یا طرز (ہر نظم کی طرز کہ وہ عراقی ہے یا خراسانی بیان ہوئی ہے)

- نظم کی تاریخ (کس تاریخ کو نظم ہوئی)
- قافیہ (قافیہ کے حروف کی نشان دہی)
- ردیف (اگر نظم مردف ہے۔ تو اس کی ردیف کا تعین کیا گیا ہے)
- ہنر شعری و بلاغی (تمام آرائشات وصنائع لفظی و معنوی، نیز معانی و بیان کے مصادیق کی نشان دہی ہر نظم کی ذیل میں مشخص کی گئی ہے۔)

اسی طرح جن خاص اصطلاحات کو امامؒ نے اپنے اشعار میں استعمال کیا ہے، اختصار و اجمال کے ساتھ ان کی شرح کی گئی ہے۔

۴۔ حضرت امامؒ نے اپنے عہد جوانی میں کثیر غزلیں کہی تھیں۔ اور ان کو جمع بھی کیا تھا۔ افسوس کہ مسلسل سفر کے دوران وہ ضائع ہو گئیں۔ اس کے بعد بھی ان کا بہت سا کلام محفوظ تھا۔ اور کافی حصہ خود ان کے دست مبارک سے تحریر کیا ہوا تھا۔ اور کچھ ان کی اہلیہ محترمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اور ایک کاپی میں محفوظ تھا۔ یہ کاپی بھی بار بار مکان بدلنے کے نتیجہ میں مفقود ہو گئی۔ ایک حصہ جو باقی بچا ہوا تھا اور قلمی کا امامؒ کے گھر اور ان کے ذاتی کتب خانے پر ساواک کے حملہ کے دوران غائب ہو گیا۔ لیکن پرانی منظومات کے چند نسخے جو امامؒ کے دوستوں اور ارادتمندوں کے ہاتھوں میں ایک قیمتی امانت کی طرح محفوظ رہ گئے تھے۔ رفتہ رفتہ "مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ" کو موصول ہوئے۔ یہ آثار دیوان شعر کے ایک مجموعہ کی شکل میں۔ جس کی طباعت اب مکمل ہو گئی ہے۔ ایک اہم سرمایہ بن گئے ہیں۔ انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد، حضرت امامؒ نے اپنے فرزند گرامی حضرت حجت الاسلام والمسلمین حاج سید احمد خمینیؒ کی اہلیہ محترمہ بانو فاطمہ طباطبائی کے پے ہم اصرار اور خواہش پر کچھ منظومات مختلف اصناف میں عرفانی مضامین پر مشتمل لکھیں اور خوش قیمتی سے ان منظومات کے تمام قلمی نسخے مؤسسہ تنظیم وآثار میں محفوظ کر دیے گئے ہیں۔ ان منظومات کا ایک حصہ امامؒ کی رحلت کے بعد چند کتابچوں کی شکل میں۔ سبوئے عشق، بادۂ عشق، نقطہ عطف اور محرم راز کے عنوانات سے شائع ہوا۔ اور اب امامؒ کے آخری دور کا سارا کلام اور قدیم منظومات میں سے

دستیاب شدہ کلام اس مجموعہ کی شکل میں ارباب ادب وعرفان اسلامی کی خدمت میں ہدیہ کیا جارہا ہے۔

محترمہ فاطمہ طباطبائی کا وہ مقدمہ بھی اس میں شامل کیا جا رہا ہے جو انھوں نے "بادۂ عشق" پر لکھا تھا۔ اور جس میں انھوں نے امامؒ کے دور آخر کے غزلیات واشعار کے پس منظر پر گفتگو کی ہے اور جو اس دیباچہ کے بعد شامل ہے۔

اب، جب کہ امام عاشقان ومقتدائی عارفان دیار ملکوت طرف سفر کر چکے ہیں اور جوار رفیق اعلیٰ میں آرام کناں ہیں، ان کے آثار منظوم کا مجموعہ ایک مجلد کی شکل میں مشتاقان ادب اور ارباب معرفت کے ہاتھوں میں پہونچ رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ حقائق ومعارف کا مجموعہ سالکان الیٰ اللہ کے لیے چراغ راہ اور اہل عرفان کے لیے شمع جمع اور اہل مناجات کے لیے ذکر خلوت انس بنے گا۔

اب وہ روح قدسی، جس نے اسلام کو صدیوں کی غربت وذلت سے نجات دلائی۔ اور ایک بار پھر اسلام اور مسلمانوں کی عزت وسربلندی دلائی، رضوان الٰہی اور جایگاہ صدق میں ملیک مقتدر کے تقرب میں ساکن ہے اور وہ نفس مطمئن اپنے محبوب کے جوار میں پناہ گزیں ہے۔ اس تابناک روح پر ہم درود وسلام بھیجتے ہیں اور اس کی نورانی تربت پر اپنی عقیدت وتحیّت نچھاور کرتے ہیں۔

جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء

واحد ادبیات

مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

نفحات وصلک اوقدت جمرات شوقک فی الحشا
زغمت بہ سینہ کم آتشی کہ نزد زبانہ کما تشا
تو چہ آیتی بہ جہانیان کہ صدای صیحہ قدسیان
گذرد ز ذروہ لامکان کہ خوشا جمال ازل، خوشا

تری بوئے وصل سے شعلہ زن ہوئیں دل میں شوق کی بجلیاں
ترے غم کی آگ مگر ہے کم، ترے غم کا حق نہ ادا ہوا
تو عجیب آیت فیض ہے کہ صدائے صیحہ قدسیاں
ہے سر بلندی لا مکاں کہ خوشا جمال ازل خوشا

میرے امام! میرے مرشد و مراد!

آپ کے آثار کے ناشرین نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ آپ کے عرفانی اشعار کے بارے میں اپنی معلومات کو ضبط تحریر میں لاؤں۔ تاکہ آپ کے عقیدتمندوں کی نگاہوں کے سامنے آپ کے فیض وجود کا ایک نیا باب کھلے۔ لیکن میں قلم سنبھالتی ہوں تو آپ کے نہ ہونے کا احساس غم مجھے امان نہیں دیتا اور آپ کا درد فراق مجھے کسی طرح سکون نہیں لینے دیتا۔

آپ کے بغیر ہمارا گھر بے نور و بے فروغ نظر آتا ہے۔ گھر کے ایک ایک گوشہ میں آپ کی یادیں بکھری ہوئی ہیں۔ اور ہر طرف آپ کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کا ننھا "علی" آپ کو ڈھونڈا کرتا ہے اور آپ کو پوچھا کرتا ہے۔ ہم نے اس کو سمجھایا ہے کہ آپ آسمانوں میں ہیں۔ اس لیے وہ آپ کے دیدار کے شوق میں آسمان اور آسمان میں پھیلے ہوئے ستاروں کو تکتا رہتا ہے۔

آپ کے روحانی سفر کو اب تین ماہ ہو رہے ہیں اور روزانہ ہی آپ کے چاہنے والے آپ گھر اور امام بارگاہ میں جمع ہوتے ہیں اور فرط محبت سے روتے اور بے بسی سے فریاد کرتے ہیں اور گھر سے امام بارگاہ تک اس راستہ میں پھول بچھاتے ہیں جس سے آپ آتے جاتے تھے۔

میرے بابا! آپ تو اپنے چاہنے والوں کے حال سے واقف تھے، آپ تو میری جان شیفتہ سے باخبر تھے کہ میں آپ کی محبت میں کس قدر بیقرار رہتی ہوں۔ آپ نے مجھے تنہا کیسے چھوڑ دیا۔ آخر جس نے ایک عمر آپ کے سایۂ عاطفت میں گزاری تھی، اب زندگی کے اندھیروں میں کیسے بسر کرے۔

در این شب سیاہم گم گشتہ راہ مقصود   از گوشہ ای برون آ، اے کوکب ہدایت

شب تاریک میں گم ہو گئی راہ مقصود   کوکب راہبری! آ کسی گوشہ سے نکل

اس فراق اور اس خون جگر کی مفصل داستان کو کسی اور موقع کے لیے چھوڑتی ہوں اور مسئولین کے مطالبہ کو پورا کرنے کا فریضہ ادا کرتی ہوں کیونکہ:

جان پرور است قصّہ ارباب معرفت   رمزی برو بپرس و حدیثی بیا بگو

اہل عرفاں کی کہانی ہے بڑی جاں پرور   پوچھ آجا کے کوئی رمز، سنا کوئی حدیث

جس زمانے میں تحصیل علم کے رشتہ سے میں فلسفہ کی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ کتاب کی بعض دشوار اور مبہم عبارتوں کو حضرت امام قدس سرہ کی خدمت میں حل کے لیے پیش کرتی تھی۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ بیس منٹ کے درس کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ یہاں تک کہ

ایک دن صبح جب درس شروع کرنے کیلیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئی تو مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ امامؒ نے ایک رباعی کے ذریعہ طنز کر کے مجھے تنبیہ کی ہے :

فاطی کہ فنون فلسفہ می خواند — شغل ہے فاطی کا تحصیل فنون فلسفہ
از فلسفہ فاء ولام وسین می داند — فاء ولام وسین کو سمجھا ہے بطون فلسفہ
امید من آنست کہ با نور خدا — چاہتا ہوں میں، فقط نور خدا سے لولگائے
خود را ز حجاب فلسفہ برہاند — دور پھینکے توڑ کر طوق جنون فلسفہ

اس رباعی کے بعد میرا شدید اصرار شروع ہوا۔ اور میں نے مزید اشعار کی درخواست پیش کردی۔ اور چند روز بعد :

فاطی! بسوی دوست سفر باید کرد — اے دوست! سوئے دوست سفر لازم ہے
از خویشتن خویش گذر باید کرد — پندار خودی سے در گزر لازم ہے
ہر معرفتی کہ بوی ہستی تو داد — جس علم میں ہو بوئے خودی دیو ہے وہ
دیوی است بہ رہ، از آن حذر باید کرد — رستہ میں ہو شیطاں تو حذر لازم ہے

میرا مسلسل تقاضا مؤثر ہو رہا تھا۔ کیونکہ کچھ روز کے بعد یوں فرمایا :

فاطی! تو و حق معرفت، یعنی چہ ؟! — فاطی! توؤ حق معرفت، کیا معنے ؟!
دریافت ذات بی صفت، یعنی چہ ؟! — دریافت ذات بے صفت، کیا معنے ؟!
ناخواندہ الف، بہ یا نخواہی رہ یافت — "ی" کیسے پڑھے، الف جسے یاد نہیں
ناکردہ سلوک، موہبت، یعنی چہ ؟! — بے راہ سلوک، موہبت، کیا معنے ؟!

امامؒ کی اس نصیحت آموزی اور نور پاشی کو، جو نہایت ایجاز واختصار کے ساتھ رباعی کے قالب میں ڈھل گئی تھی، میں نے آویزۂ گوش بنایا اور اپنی روح میں سمولیا۔ جس کی حلاوت کی کیفیت نے مجھے سرشار کردیا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ ایسے عارفانہ پیغامات کا اظہار نہ ہو اور وہ مخفی رہ جائیں تو اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہوگی؟ لہذا انتہائی لجاجت وسماجت کے ساتھ میں نے

درخواست کی کہ ترسیل وابلاغ کا یہ سلسلہ اور پیام وکلام کا یہ رشتہ ٹوٹنے نہ دیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ امام عزیز کا لطف بے کراں ایسا ہی تھا جس سے مجھے اصرار کی جرات ہوتی تھی۔ اور میں درخواست پر درخواست کیے جاتی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے غزل کی فرمائش کردی۔ اور انھوں نے تنبیہ کی "کیا میں شاعر ہوں؟" لیکن میں اصرار ہی کرتی رہی۔ اور چند روز بعد میں نے سنا:

تا دوست بود، تو را گزندی نبود	اگر ہے دوست تو تجھ کو کوئی گزند نہیں
تا اوست غبار چون وچندی نبود	کبھی بھی دل پہ ترے گرد چون وچند نہیں
بگذار ہر آنچہ ہست واو را بگزین	ہر ایک کو چھوڑ دے اور بس اس ایک کا ہو رہ
نیکو تر ازین دو حرف پندی نبود	یہ دو ہی لفظیں ہیں اور ایسی کوئی پند نہیں
عاشق نہ شدی اگر کہ نامی داری	عاشق تو نہیں کہ نام رکھتا ہے تو
دیوانہ نہ ای اگر پیامی داری	دیوانہ کہاں، پیام رکھتا ہے تو
مستی نہ چشیدہ ای اگر ہوش تراست	ہے ہوش تو آشنائے مستی نہ ہوا
ما را بنواز تا کہ جامی داری	کر ہم پہ کرم کہ جام رکھتا ہے تو

دن گزرتے رہے اور امامؒ میری درخواستوں کی قیمت کسی غزل یا نوشتہ کی شکل میں عنایت فرماتے رہے۔ امامؒ کی عنایات کے اس مرحلہ پر میں نے کسی قسم کی تاخیر کو مناسب نہ سمجھتے ہوئے سب سے پہلے رباعیوں کا مجموعہ اپنے شریک حیات احمد (حجت الاسلام آقائے احمد خمینیؒ) کو دکھایا۔ جنھوں نے بے حد شوق اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مجھے اس سلسلہ میں سرگرم رہنے کے لیے کہا۔ اس کے بعد میں نے ایک کاپی امامؒ کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کی کہ جب جب مناسب سمجھیں اپنے منظوم عارفانہ نصائح اور ارشادات اس میں تحریر فرما دیا کریں۔

... اور ایسا ہی ہوا۔ اس صاحب کرم نے میری درخواست کو منظور فرماتے ہوئے اپنے خوان معرفت وکرامت سے ایک حصہ مجھے عطا فرمایا۔ اور مجھے تحریر شدہ کاپی عنایت کی جو ایک

غزل پر ختم ہوئی تھی۔ اور جو میری درخواست کا مثبت جواب تھی۔

اب اس تلاش و جستجو کا ثمرہ یعنی یہ قیمتی ورثہ اس قابل احترام مؤسسہ کے اختیار میں دے رہی ہوں۔ جو آثار امامؒ کو جمع کر رہا ہے تاکہ امامؒ کے ارادتمندوں کو ہدیہ کرے اور چاہنے والوں کی روحوں کو اس شفاف چشمہ کے آب صافی سے سیراب کرے۔ اس سلسلہ میں کچھ اور بھی باتیں لائق اظہار ہیں۔ خدا نے چاہا تو پھر کبھی حوالہ قلم کی جائیں گی۔

در غم او روزہا بیگاہ شد
روزہا با سوزہا ہمراہ شد
روزہا گر رفت، گو رو، باک نیست
تو بمان ای آن کہ چون تو پاک نیست

غم میں ترے نظام زمانہ بدل گیا
ہر روز، درد و سوز کے سانچے میں ڈھل گیا
گردن گئے، تو جانے دو، کچھ باک ہی نہیں
باقی ہے وہ کہ اس سا کوئی پاک ہی نہیں

فاطمہ طباطبائی
۱۳۶۸/۶/۲۳ھ شمسی

غـزل

عید نوروز

باد نوروز سے سرمست ہیں کوہ و صحرا
زیب تن عید کی پوشاک کریں شاہ و گدا

بلبل سدرہ نشیں بھی نہیں پہونچا اس تک اسی مطرب پہ میں نازاں ہوں جو ہے قبلہ نما
صوفیاء و عرفا نے نہیں دیکھا وہ دشت دست مطرب سے ملے مے، تو ملے راہ صفا
جائیں سب دشت میں یا سوئے چمن عید کے دن میکدے ہی میں لگاؤں گا میں رخ سوئے خدا
شاہ و درویش کو نوروز مبارک ہو، مگر یار دلدار کرے آ کے در میکدہ وا
گر در پیر خرابات کا رستہ مل جائے سر کے بل طے کروں یہ راہ میں قدموں کی جگہ

نہ ملا اس کا پتہ، ٹھوکریں کھائیں برسوں
اہل دستار کی صف میں بھی نہ کچھ ہاتھ آیا

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

حسن اختتام

اٹھ اور مے سے بھر دے ساقیا ہمارے جام کو
جو دل سے دور پھینک دے ہوائے ننگ و نام کو
وہ مے انڈیل جام میں روح کو فنا کرے
نکال دے وجود سے فریب و مکر و دام کو
خودی سے جو رہا کرے، زمام دل کو تھام لے
گرا دے نظروں سے خیال منصب و مقام کو
وہ مے جو بزم میکشان اجنبی کے درمیاں
کچل دے جذبہ رکوع و سجدۂ و قیام کو
حریم قدس گلرخاں سے رہنما دور ہی کہ میں
جدھر سے آؤں، کوئی گل سنبھال لے لجام کو
میں جا رہا ہوں بزم بیخودان بے خبر میں اب
نکال آؤں ذہن سے ہر ایک فکر خام کو
تو قاصد سبک روان بحر موت، پیش کر
امیر بحر پر ہماری مدحت و سلام کو
یہ نقش تہ بہ تہ عدم کیا ہے ختم جام پر
کہ دیکھے پیر دیر میرے حسن اختتام کو

جان جہاں

شیدا ہوں تیرا اور کوئی ہم نفس نہیں
جان جہاں! سوائے ترے داد رس نہیں

اے بے مثال گل! ترا شیدائے رخ ہوں میں
تیرے سوا کوئی مرے دل میں ہوس نہیں

میں تیرے ساتھ ساتھ رہا ہوں، جدا نہیں
پر کیا کروں، کوئی مری بانگ جرس نہیں

تجھ کو تری قسم ہے اٹھا دے نقاب رخ
یاں دل میں شوق دید ہے، جلووں پہ بس نہیں

گر میرے ساتھ تو نہیں اے ظاہر و خفی
تقدیر قدس ہمسر بال مگس نہیں

حور و قصور و خلد کی مجھ کو خبر نہ دے
رخ میرا غیر دوست سوئے ہیچکس نہیں

شرح جلوہ

کس کی آنکھوں نے نہ دیکھا رخ زیبا تیرا
گوش ہر ہوش سنا کرتا ہے نغمہ تیرا

خوان نعمت سے ترے، ہے متّنعم ہر ہاتھ
شوق ہر دل ہے کہ پالے اثر پا تیرا

راہی عشق ہوں، کیا خرقہ و مسند سے غرض
نقد کونین نہ لے عاشق بنیا تیرا

کھوٹے سکوں سے نہ لے مول قد سرو قداں
خواب میں دیکھا ہے جس نے قد رعنا تیرا

جس کا تو قبلہ نہیں، رخ وہ کرے کس جانب
کہ حرم میں تو نہیں مسکن و ماویٰ تیرا

بزم عشاق تو ہر جا ہے کہ ہر جا ہے تو
کور دل ہے نہ ملے جس کو ٹھکانہ تیرا

اور کیا دیکھ ہی سکتی ہے زمانے کی نگاہ
خم ابرو ترا یا گیسوئے دوتا تیرا

وا کیا عشق کا در، بند کیا عقل کا در
سر میں جس کے بھی سماتا گیا سودا تیرا

توڑ دوں لوح و قلم مجھ سے یہ ہو سکتا ہے
یہ نہیں ہوگا کہ سمجھا سکوں جلوہ تیرا

دریائے جمال

زلف چہرے سے ہٹا، تابش رخسار دکھا   یہ جہاں جائے، مع خرقہ، سوئے دار فنا
راہ کوچہ تری ملتی نہیں اے قبلہ دل   ورنہ میں کس لیے جاؤں سوئے وادی منا

بہرہ ور ہے جو، صفائے گل رخ سے تیرے
رخ حرم کا کرے کیوں، جائے وہ کیوں سوئے صفا

طاق ابرو ترا، محراب دل و جاں میرا   میں کہاں، تو کہاں؟ اور زاہد و محراب کجا
ملحد و عارف و درویش و خراباتی و مست   سب ترے تابع فرماں ہیں، تو حاکم سب کا

خرقہ صوفی و جام مے و شمشیر جہاد
یہ ہیں سب قبلہ نما، اصل میں تو ہے قبلہ

تو مری جان میں ہے، وصل بھی ہو گا کہ نہیں؟   تو مری جان میں ہے، ہجر ہو کس طرح روا
ہم تو سب موج ہیں اے دوست، تو دریائے جمال   موج دریا کی بھلا کیسے نہ ہوگی، دریا

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

مسلک نیستی

رکھتا ہے فقط عشق ترا، میرا دل
ہے عشق سے مخلوط مرا آب و گل

"اسفار" و "شفا" سے نہ ہوئی مجھ کو شفا
ان بحثوں نے کچھ حل نہ کی میری مشکل

اے شیخ! مری راہ کو باطل سمجھا
حق پر ترے خنداں ہے ہمارا باطل
کچھ منزلیں گر سالک رہ طے کر لے
خود نیستی آ جائے گی بن کر منزل

صد قافلہ دل گئے سوئے منزل
ٹھہرا رہا اک جا مرا قلب غافل

نوحؑ آ گئے منجدھار سے ساحل پہ اگر
ہے میرے لیے غرق ہی ہونا ساحل

لب دوست

دو جہاں سے نہ ملا کچھ بھی ترے سائل کو
غم نہ ہو، دے دے جو لطف اپنا دل بسمل کو
حاصل کون و مکاں سب ترا عکس رخ ہے
حاصل کون و مکاں کہئے مرے حاصل کو

جملہ اسرار لب دوست میں پوشیدہ ہیں
کھول اب اپنے لب اور اس گرہ مشکل کو
قتل کر یا قفس تنگ سے آزادی دے
یا مرے دل سے نکال اس ہوس باطل کو

لائق طوف حرم گر میں نہیں تھا یا رب!
کیوں محبت ہی سے گوندھا مرے آب و گل کو

خانقاہ دل

اٹھا پیمانہ اے ساقی کہ نکلے حسرت دل ہا
ترا پیمانہ حل کرتا ہے سب اسرار مشکل ہا
یہ راہ عقل، مے سے روک، سمت خانقاہ دل
کہ یہ دار الجنوں ہرگز نہیں ہے جائے عاقل ہا

یہاں سے جا، تو دل بستہ اگر ہے عشق جاناں سے کہ یہ میخانہ ہے بس ملجا و ماوائے بیدل ہا

تجھے گر مستی مے ان سے کمتر ہے تو جا فوراً
نکل سرحد سے، یہ خطہ ہے خلوت گاہ غافل ہا
نظر کیا رنگ بت گلہائے باغ یار میں آیا
کہ باغ دوست سے نکلا سوئے دریا و ساحل ہا

نظر آئی ہے راہ جنّت و فردوس کیا تجھ کو جدا ہو کر رہ حق سے ہوا مشغول باطل ہا
ہوا تو عالم ہستی و بالاتر کو دل دے کر
بہ تار عنکبوتی بستہ طوق و سلاسل ہا

آفتابِ نیمہ شب

اے سراپا لطف! اے پردہ نشین و بے حجاب
لاکھوں جلوے ہیں ترے پھر بھی ترے رخ پر نقاب

آفتابِ نیمہ شب، اے مہ نصف النہار　　اختر دور از نظر، بالا ز ماہ و آفتاب
مہر سایہ ہے ترا، کہیاں طلایہ دار ہے　　گیسوئے حور خباں ہے تیرے خیمے کی طناب

تیری حسرت میں ہیں سوزاں جان ہائے قدسیاں
حوریاں خلد کے دل تیری فرقت میں کباب

تو جلالت کا فسانہ، تو نمونہ حسن کا　　تو ہے بحرِ بیکراں اور عالمِ امکاں سراب
کیا یہ ممکن ہے کہ ڈالے اک نگاہ نیم وا　　تا سفر آسان ہو میرا سوئے دار الحساب

حسن دل آرا ہے تیرا حسن بخشِ روئے حسن
اور ترا غمزہ ہے عزرائیل ہر شیب و شباب

کر دیا مجھ کو خراب ایمائے چشمِ دوست نے　　دو جہاں کی ساری آبادی فدائے ایں خراب

دریاؤ سراب

چھوڑو ہمیں، اٹھانے دو یہ رنج بے حساب باقلب پارہ پارہ و با سینہ کباب

مدت ہوئی کہ ہوں میں غم ہجر دوست میں
مرغ درون آتش و ماہی برون آب

اس رنج و زندگی سے مجھے کچھ نہ مل سکا
غرق بطالت آ گئی پیری پس شباب

کچھ درس و بحث سے نہ بر آئی مراد دل
پہنچا تا کیسے ساحل دریا پہ یہ سراب

جو کچھ کیا مطالعہ، جو کچھ پڑھا لکھا
کچھ بھی نہ تھا سوائے حجاب پس حجاب

ہاں اے عزیز! عہد جوانی میں ہوشیار
پیری میں تجھ سے کچھ بھی نہ ہو گا سوائے خواب

یہ اہل جہل، دعوئے ارشاد ہے جنھیں
اک "میں" ہے انکے خرقہ میں، باقی علی الحساب

ہم غیر کے کمال کو اور اپنے نقص کو
پنہاں کیے ہیں، جیسے کہ پیری پس خضاب

دفتر یہ چاک کر دے اور اب دم نہ مارنا تا گے کلام بیہدہ، گفتار نا صواب

در گاہ جمال

جس جگہ جاؤ، نظر آتا ہے جلوہ اس کا
جس جگہ سر کو جھکا دو، ہے اسی جا قبلہ

جس کو دیکھو، وہ اسی زلف چلیپا کا اسیر
ہر رخ میں اسی دلبر کے یہ شور و غوغا

جملہ خوبان جہاں ہیں ترے آگے سر خم
غم یہ کیا ہے؟ جو ہے گنجینہ پیر و برنا

عاشقاں صدر نشیناں جہان ملکوت
سر فراز، اس کے کوئی در کا جو ہو جائے گدا

بے نیاز "من" و "ما" ہیں ترے کوچہ کے مکیں
غافل ہر دو جہاں کیوں ہو اسیر "من" و "ما"

پھینک اس خرقہ آلودہ کو، توڑ اس بت کو
عشق کے در پہ چلا آ، کہ یہ ہے قبلہ نما

سخن دل

وہ عاشق جمال ہے عیاں ہے اس کے رنگ سے
وہ بے نیاز دل ہے، لگ رہا ہے قلب تنگ سے

وہ نرم ہو نہ پائے گا کسی کی نرم بات سے
یہ بات آشکار ہے اسی کے قلب سنگ سے

کبھی بھی دوست باب صلح سے نہ باہر آئے گا
سمجھ گئے ہم آج اس کی ہر ادائے جنگ سے

بتا رہا ہے روئے سرخ پی ہے اس نے آج مے
وہ مست ہے یہ لگ رہا ہے دیدۂ قشنگ سے

وہ آج رات قتل عاشقاں کا عزم ہے کیے
نہ مجھ سے پوچھیے، یہ پوچھ لیجیے خدنگ سے

نہیں عیاں کرے گا "ہندی" اس کے راز عشق کو
میں کیا کروں، یہ راز خود عیاں ہے اس کے رنگ سے

مکتب عشق

آتش جاں کو جو دامن کی ہوا دے، وہ حبیب
درد دل کو جو بڑھا دے، ہے وہی میرا طبیب
دست دلبر میں جو ساغر ہے، وہ ہے روح افزا
نہ مدرس، نہ مربی، نہ حکیم اور نہ خطیب
خم گیسو میں ترے، راز غم و عشق ہیں سب
صوفیا اس سے نہ واقف ہیں، نہ اصحاب صلیب
نور "مصباح" نے بخشا نہ "فتوحات" نے فتح
میرا مطلب ہے پس پردۂ ملبوس حبیب
مکتب عشق کے وارستہ ہیں خود در پے غم
ان سے چاہے کوئی درماں تو ہے بے چارہ غریب
جام سے اپنے دے اک جرعہ مے، ہوش اڑا
کسی باہوش کو لذت نہیں اس مے کی نصیب
نگہیہ یار کی وہ موج، وہ ہول یم عشق
ہے کبھی اوج فراز اور کبھی گہرا نشیب

رخ خورشید

ہے کمی اپنی جمال دوست گر مستور ہے
دیدۂ بینا تو وا کر، سارا عالم طور ہے

تو رخ خورشید دیکھے ؟ چھوڑ یہ لاف وگزاف
کیسے دیکھے نور، چشم شپّرہ بے نور ہے

پردۂ پندار یارب! جو مری آنکھوں پہ ہے
چاک کر اس کو کہ دیکھوں، سارا عالم نور ہے

کاش بزم میکشاں سے دوست کا ملتا پتہ
ذکر ناصرواں کہاں، اک قصہ منصور ہے

پردۂ اسرار اٹھے گا تو سب کھل جائے گا
جو بھی اصلیّت درون خرقہ مہجور ہے

تیرے کوچہ تک پہنچنے کی ملے کس طرح راہ
کچھ نہیں زاد سفر، رستہ دراز و دور ہے

عشق کی واد ہے بے ہوشی وحیرانی کا نام
بوالہوس ہے مدعی اور بے سبب مغرور ہے

جس نے رخ دیکھا ہے اس کا بند ہے اسکی زباں
اس کا ہر مداح مدحت کر کے خود مسرور ہے

چپ ہی ہم بیٹھیں تو بہتر ہے کہ خود اس کی ثنا
صفحہ کون و مکاں پر ہر طرف مسطور ہے

عاشق سوختہ

بس پردہ اٹھا، رخ تو دکھا، ناز یہ بس ہے
عاشق کو ترے روئے دل آرا کی ہوس ہے

چھوڑوں گا نہ میں ہاتھ سے دامن ترا، جب تک
مجھ شیفتہ میں کوئی رمق، کوئی نفس ہے

زیبائی خوباں تری زیبائی کے آگے
دریائے غضبناک پہ بہتا ہوا خس ہے

بلبل کے ہیں لب بند کہ ہر سمت چمن میں
یا غلغلہ زاغ ہے یا شور مگس ہے

داد غم دل، تو ہی بتا، کس سے میں چاہوں
کیا تو بھی سنے؟ کب مری فریاد میں رس ہے

آفاق میں جو ہے وہ رواں ہے سوئے دلدار
غوغا یہ اسی قافلہ کی بانگ جرس ہے

مذہب رنداں

جس کا دل ہو بے نیاز دو جہاں، درویش ہے
جو ہو بے پروائے مخفی و عیاں، درویش ہے
خانقاہ و خرقہ سے ہے مذہب رنداں الگ
جو ہو ان دونوں سے بیزاری کناں، درویش ہے
وہ نہیں درویش، جو پہنے درویشی کلاہ
بلکہ آزاد سر و دستار و جاں، درویش ہے
بزم ذکر آراستہ مت کر، کہ ہے ذاکر تو یار
جو کوئی پہچان لے ذاکر کو، ہاں درویش ہے
جو ہجوم عام میں دعوائے درویشی کرے
وہ حقیقت میں، نہ با ورد زباں، درویش ہے
خواہش دل سے کوئی صوفی، بنے درویش اگر
اپنی خواہش کا وہ بندہ ہے، کہاں درویش ہے

دیدار یار

عشق نگار، راز سودائے جاں ہمارا
ہم اس کی خاک در، وہ تاب وتواں ہمارا
اہل خباں سے کہہ دو، تم کو خباں مبارک   آرام جاں ہمارا، سر و رواں ہمارا
فردوس و حور وطوبیٰ قسمت رقیب کی ہے   جو غم ہے ہم کو، وہ ہے گنجِ گراں ہمارا
کہہ دو یہ مدعی سے، جنّت تجھے مبارک
دیدار یار، روح سرّ نہاں ہمارا
لا جام مے اٹھا کر، مے دے، کرشمہ دکھلا   یہ جاں فزا کرشمہ ہے روح وجاں ہمارا
یہ اہل ہوش و صوفی، یہ تاجران دانش   سنتے نہیں کلام ورد زباں ہمارا

سبوئے عاشقاں

مطرب ! غزل سنا کہ طرب آرزو میں ہے   چشم خراب یار مری جستجو میں ہے

ساغر میں مے کے عاشق خوباں کا ہے خمار
عشق خدا کا کیف ہمارے سبو میں ہے
باشندگان کوہ ہدایت ہیں اہل عشق
سدرہ پہ جبرئیلؑ مری جستجو میں ہے
گلشن بنا دو میکدہ کو اے قلندرو !
مرغ بہشت مست مری گفتگو میں ہے
آواز ساز تیز کرو در پہ مطربو !
دست گدائے دیر مری جستجو میں ہے
پیمانہ بھر مرا، مئے گلگوں سے ساقیا
شامل یہ خم سدا سے مری آبرو میں ہے
رخسار سے ہٹا دیا پردہ بہار نے
سرخی گل کا راز اس آشفتہ رو میں ہے

اے پردگی ! ہیں جلوے ترے عرش سے پرے   مخلوط تیرا عشق ہمارے لہو میں ہے

قبلہ محراب

خم ترے ابروئے کج کا قبلہ محراب ہے
تاب گیسو میرے درد دل کا پیچ و تاب ہے
اہل دل کے واسطے بھی ہوں جو آداب دعا   یاد دید زلف و رخ منجملہ آداب ہے
جب بھی دیکھا ہے حریفوں کو تو سب با ہوش تھے
حلقہ رنداں میں بیداری بھی میری خواب ہے
مدعی علم و عمل کے بحر میں ہے غوطہ زن   مستی و بیہوشی رنداں مرا گرداب ہے
ہر کوئی اپنی خطا پر چاہتا ہے مغفرت
بندگی میں دوست میرا غافر و تواب ہے
عشق کا رستہ نہ چھوڑوں گا قسم معبود کی   تیرا عشق رخ ہمارا جز و خاک و آب ہے
شادی و غم جو مقدر ہے وہ ملنا ہے ضرور
مایۂ عشرت مرا جام شراب ناب ہے

دریائے عشق

افسانہ جہاں، دل دیوانہ ہے مرا
جس کو ہے عشق شمع وہ پروانہ ہے مرا

گیسوئے یار دام دل اہل عشق ہے
خال سیاہ لب پہ جو ہے دانہ ہے مرا

غوغائے عاشقاں، رخ غمّاز دلبراں
راز و نیاز جس میں ہیں سب، خانہ ہے مرا

کوئے نکوئے میکدہ، باب صفائے عشق
طاق و رواق رخ ترا، کاشانہ ہے مرا

فریاد رعد، نالہ مرا سوز جاں مرا
دریائے عشق قطرۂ مستانہ ہے مرا

شانہ تب آشنا بھی نہ تھا زلف یار سے
مسجود قدسیان زمانہ شانہ ہے مرا

میرا فتویٰ

تجھ سے سچ کہتا ہوں، کوچہ ترا کعبہ ہے مرا
خم گیسو کی قسم، میکدہ مادے ہے مرا

عارف رخ ہیں ترے سب ہی ظلوم اور جہول
یہ ظلومی و جہولی ہی تو سودا ہے مرا
تیرا عاشق تو ہے حسرت زدۂ وطالب دید
سر جھکے بس ترے کوچہ میں، یہ فتویٰ ہے مرا
عالم و جاہل و زاہد ترے شیدا ہی سبھی
نہ سمجھ لینا یہ ہرگز کہ یہ سودا ہے مرا
جلوہ کر، ایک نگاہ غلط انداز تو کر
جس کا خواہاں دل غمدیدۂ و شیدا ہے مرا
مسجد و صومعہ و بتکدۂ و دیر و کنیس
ہر طرف جلوہ کناں یار دل آرا ہے مرا

ہم تو پردے میں ہیں، پردے میں ہیں، پردے میں ہیں ہم
یہی پردہ ہے کہ خود راز معمّا ہے مرا

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)

خانہ عشق

خانہ عشق اور منزل گاہ عشاق خریں
غبطہ کن ہے اس کے پائے پر سر عرش بریں
دم ذرا رندان راہ یار لیتے ہیں یہاں
ہے پریشاں حالی و درماندگی سے یہ قریں
ملک ہستی و جہاں بینی سے کیا مطلب اسے
ہے گروہ نیستی جویاں کا عاشق ہم نشیں
بن گیا ہے مسکن سوداگران روئے یار
مرکز دل دادگان دل ستان مہ جبیں
پردہ داران حرم، فرماں روایاں طریق
اور جو باقی ہے، وہ ہے آوارۂ روئے زمیں
عاکف کعبہ ہے آزاد ثنائے این و آں
خادم میخانہ کو اس شغل سے مطلب نہیں

ہوائے وصال

مضمر بہ تاب گیسوئے دلبر ترانہ ہے
دل بندۂ فدائی ہر شاخ شانہ ہے

ہے دل کو شوق دید ترے روئے ماہ کا
مسجد میں یا کنیسہ میں جانا بہانہ ہے

ہے زلف تیری دام پے صید عارفاں
ہستی رمیدگاں کے لیے خال دانہ ہے

اے شمس تابناک! ترے وصل کے لیے
اک سیل اشک جانب دریا روانہ ہے

عہد شباب ختم ہوا کوئے یار میں
اب کیا کرے کوئی کہ یہ جور زمانہ ہے

موجیں ہیں حسن دوست کی دریائے بے کراں
دل مست تشنہ کام کا محو کرانہ ہے

میخانہ شوق وصل میں اس کے طرب کناں
مطرب بہ رقص و شادی و چنگ و چغانہ ہے

پرتوِ عشق

عشق اپنے بال و پر کھولے جہاں، حاکم ہے وہ
جلوہ دکھلائے تو ہر کون و مکاں حاکم ہے وہ

رخ وہ دکھلائے نہاں خانے سے اپنے گر کبھی
بات کھل جائے، عیاں ہو یا نہاں، حاکم ہے وہ

کون سا ذرہ ہے عالم کا، نہیں ہے جس میں عشق
بارک اللہ، وہ یہاں ہو وہاں، حاکم ہے وہ

اپنا رخ کردے کسی دن گروہ پردے سے عیاں
دیکھ لیں سب، بر ہمہ غیب و عیاں حاکم ہے وہ

اک حجاب جسم تجھ پر، اک حجاب روح ہے
کیسے دیکھے تو کہ بر جسم و رواں حاکم ہے وہ

کیا کہوں میں، یہ جہاں اک عشق کا پرتو ہے بس
ذو الجلال اک ہے کہ بر دہر و زماں حاکم ہے وہ

مبتلائے دوست

جانا جو اے صبا کبھی سوئے سرائے دوست
کہنا کہ خم نہ ہو گا یہ سر جز بہ پائے دوست
سر خم نہیں کروں گا، مگر پائے یار پر
دوں گا نہ جان، دوں گا تو دوں گا برائے دوست
تو نے فراق رخ سے مرا دل کیا کباب
انصاف تو ہی کر کہ یہی ہے سزائے دوست
مجنوں اسیر عشق تھا، میری طرح نہ تھا
اے کاش مجھ سا کوئی نہ ہو مبتلائے دوست

سبوئے دوست

آخر ہے عمر، دیکھ سکے ہم نہ کوئے دوست
مجلس ہے ختم اور نظر آیا نہ روئے دوست

مہکا ہوا ہے سارا چمن بوئے یار سے ہو آئے ہر جگہ، نہ ملی ہم کو بوئے دوست
روشن ہے روئے یار سے ہر گوشہ جہاں خفاش تھے، ملی نہ ہمیں راہ سوئے دوست
رندان شیفتہ نے تو ساغر اٹھا لیے ہم کو ملا نہ قطرۂ درد سبوئے دوست
ہم اور تم نہ وصف رخ یار سن سکے ورنہ جہاں میں کیا ہے بجز گفتگوئے دوست
ظاہر ہے روئے یار، کہو اہل ہوش سے کافی ہے کاوش طلب و جستجوئے دوست

ساقی نے دست یار سے بادہ ہمیں دیا
لے تو بھی، ہاتھ اٹھا سوئے دست نکوئے دوست

سرّ جاں

رازِ دل کہہ دوں، اگر کوئی مرا ہمراز ہو
سرّ جاں ڈھونڈوں، و لیکن در تو کوئی باز ہو
ناز فرما، غمزہ دکھلا، جتنا ممکن ہو سکے
غمزدہ کوئی نہیں جس کو نہ عشق ناز ہو
دیر راہب میں، نہ مجھ کو حلقہ صوفی میں ڈھونڈ
مرغ بے پر، زاغ کا کس طرح ہم آواز ہو
اہل دل، اہل خرد سے عاجز گفتار ہیں
بے دلوں سے بے زباں کیسے سخن پرداز ہو
راہ جاناں میں رواں ہو، جاں بدست و سر بکف
سر جسے پیارا، ہے وہ ممکن نہیں سرباز ہو
درد دل سے عشق کا رشتہ ہوا یوم الست
ورنہ کیا انجام ہے، جس کا نہ کچھ آغاز ہو
ہم نے پی ہے یہ پریشانی بلیٰ کے جام سے
یہ بلیٰ کس طرح آخر بے بلا دمساز ہو

محفل دلسوختگاں

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

عشق کا اور بجز وصل کے درماں کیا ہے ؟
ہے جو اس آگ سے محفوظ تو پھر جاں کیا ہے؟
بزم دلسوختگاں میں ہے، بس اک ذکر ترا
کیا تو اس ذکر کا آغاز ہے؟ پایاں کیا ہے ؟
راز دل کس کو، بجز دوست، سنایا جائے
اور خود دوست کہ حاضر ہے نہ پنہاں، کیا ہے؟
بس میں اندیشہ و دیدار نہیں ہے جس کے
اس کی نظروں میں بجز جلوۂ جاناں کیا ہے
ہم غریبوں کی طرف بھی تو ہو اک غمزۂ ناز
ناز کر ناز، کہ صحرا مرا ساماں کیا ہے ؟
خم اٹھا، جام اٹھا، مے دے، کہ اک تیرے سوا
اور کچھ بھی سر پیمانہ و پیماں کیا ہے ؟
بند لب ہوں گے نہ کم ہوگی پریشاں گوئی
میرے سینہ میں بجز قلب پریشاں کیا ہے؟
پھاڑ دفتر کو، قلم توڑ دے اور روک لے سانس
وہ جو اس کا نہیں سرگشتہ و حیراں، کیا ہے؟

مستی عاشق

تیرا درد عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں
جو نہیں رخ کا ترے دیوانہ وہ عاقل نہیں

مستی عاشق ترے ساغر کی ممنون کرم   زندگی کا، ہو نہ یہ مستی، تو کچھ حاصل نہیں
لے کے آیا تیرا عشق رخ مجھے اس دشت میں   کیا کیا جائے؟ کوئی اس دشت کا ساحل نہیں
اپنی ہستی سے گزر، گر عاشق صادق ہے تو   تیرے اسکے بیچ "تو" ہے، دوسرا حائل نہیں
خرقہ وسجادہ کیا، گر تو ہے رہرو عشق کا   دوسرا، جز عشق، کوئی رہرو منزل نہیں

دل ہے سینہ میں، تو پھر صوفی کو اور زاہد کو چھوڑ
اہل دل کی ہے یہ محفل، غیر کی محفل نہیں

طرۂ گیسو سے انگشت شہادت مس کروں   اور کچھ تو حاصل مجنون لایعقل نہیں
میرے ساتھ آ، چھوڑ یہ خرقہ کہ ہے یہ پرفریب   یہ وہ خرقہ ہے کہ جز منزل گہ جاہل نہیں
علم وعرفاں کو مے ومیخانہ سے نسبت ہے کیا   منزل دل تک رسائی رہ باطل نہیں

حسرتِ دید

آج دل کو تری حسرت میں کچھ آرام نہیں
اور آرام بھی کیا آئے، دل آرام نہیں

سیرِ گلشن نہ کروں، رخ بھی چمن کا نہ کروں
روئے گلزار نہ دیکھوں کہ گل اندام نہیں

تجھ کو آغاز میں دیکھا تو کہا تھا میں نے
اس کی طلعت سے کچھ اچھا مرا انجام نہیں

ایک دانہ نے ترے، دام میں پھانسا مجھ کو
میں نے سوچا تھا کہ ایسا تو کوئی دام نہیں

خاک کو، بن کے طلب اسکی ہے مقصودِ نظر
وہ ہے مقصود، طلب سے بھی مجھے کام نہیں

کیوں نہ اب اس کے سرِ راہ ہی بیٹھوں "ہندی"
گرچہ توفیقِ نظر در ہمہ ایام نہیں

ہست و نیست

عالم میں تیرا شور و غوغا ہے، اور نہیں ہے
بادہ درون جام صہبا ہے، اور نہیں ہے

رخسار تیرا دل میں تاباں ہوا، نہیں بھی
عاشق ہر ایک پیر و برنا ہے، اور نہیں ہے

بلبل نے تیرا نغمہ گایا بھی اور نہیں بھی
بو سے تیری معطر صحرا ہے، اور نہیں ہے

رخ نے مرے غم دل، اس سے کہا، نہیں ہے
دامان صبر پارہ پارہ ہے، اور نہیں ہے

جاں اپنی میں نے اس پر کی بھی فدا، نہیں بھی
خود اس کا، جان خوباں ذرہ ہے، اور نہیں ہے

خوابوں میں اس کے، اہل عشق آئے اور نہ آئے
اس آرزو میں جان صد ہا ہے، اور نہیں ہے

راہ ورسم عشق

اس کے کوچہ میں نہ سر جس کا ہو، آزادہ نہیں
اسکے در پر جاں نہ رکھ دے جو وہ دلدادہ نہیں

نیستی کو منتخب کرنا ہے راہ عشق میں
رنگ ہستی جس میں ہے وہ آدمی زادہ نہیں

رسم و راہ عشق میں، کیا امتیاز ما وَ تو
جو رہے ہشیار اس کو مستی بادہ نہیں

اس کے در پر سر کو رکھنا پا بہ سر ہوجانا ہے
خود کو جس نے "ہست" سمجھا، پا بہ سر دادہ نہیں

چاہئیں برسوں کہ ظاہر ہو نشان راہ عشق
یہ رہ پر پیچ رنداں ہے، رہ سادہ نہیں

خرقہ درویش کچھ کم تاج شاہی سے نہیں
تاج ہو یا خرقہ، رنگ و بو سے افتادہ نہیں

بوئے دلبر پا نہیں سکتا اسیر رنگ و بو
جس کی گردن میں ہیں زنجیریں وہ آمادہ نہیں

قصہ مستی

کعبہ مقصود، کعبہ یا صنم خانہ نہیں　　میرا منزل آشنا صوفی بیگانہ نہیں
گفتہ ہائے فیلسوف و صوفی و درویش و شیخ　　در خور وصف رخ دلدار فرزانہ نہیں
راز دل کس سے کہوں اور کس سے پوچھوں وصف یار
جو سنا ہے وہ کلام رند دیوانہ نہیں
ہوشمندوں سے کہو، بس بند کرلیں اپنے لب　　جو بھی وہ کہتے ہیں، یہ گفتار مستانہ نہیں
ہاتھ سے ساغر ترے پاں تو جاؤں سوئے دوست　　بے نصیبہ ہے جسے حاصل یہ پیمانہ نہیں
عاشقوں سے پوچھ درد عشق اور سوز فراق　　شمع رخ پر جو نہ جل جائے وہ پروانہ نہیں
حلقہ گیسو وَ عشوہ، ناز ہو یا خال لب　　مست ہی جانیں کہ یہ جز دام جز دانہ نہیں
قصہ مستی و رمز بیخودی عاشقاں
ہے یہ اک زندہ حقیقت، کوئی افسانہ نہیں

مے گساراں

اس کے عاشق کا کوئی خانہ و کاشانہ نہیں
مرغ بے پر کو خیال چمن و لانہ نہیں
تو اسیر رخ دلبر ہے تو پروانہ بن
قید ہستی میں جو ہے، در خور پروانہ نہیں
شیوۂ رند ہے عالم سے بری ہوجانا
رنگ و بو جس میں ہے وہ لائق میخانہ نہیں
جادۂ علم و خرد راہ جنوں سے ہے الگ
دانہ و دام میں جو آئے وہ دیوانہ نہیں
مست و دیوانہ ہو اور اپنے سے بیگانہ ہو
ہے یہ راہ در دلبر، رہ بیگانہ نہیں

طبیب عشق

غم دل کس سے کہوں کوئی مرا یار نہیں
جانِ جاں! تیرا سوا کوئی مددگار نہیں

غم ترے عشق کا میں کس کو سناؤں آخر
میں ہوں اس دشت میں تنہا کوئی غمخوار نہیں

راز اس دیرِ مغاں میں نہ کہوں گا دل کا
کہ یہاں کوئی مرا محرمِ اسرار نہیں

ساقی! اک ساغرِ لبریز سے بیخود کردے
کوئی اس میکدۂ مست میں ہشیار نہیں

غم مرا عشق ہے، بستر ہے مرا بسترِ مرگ
جز ترے کوئی طبیب اور پرستار نہیں

لطف کر، آ مری بالیں پہ، تری جاں کی قسم
جیسا آزار ہے مجھ کو، کوئی آزار نہیں

قلمِ سرخ سے اس صفحہ پہ خط دوں جس میں
میرے عشق اور ترے حسن کی گفتار نہیں

خرقہ تزویر

ہم ہیں اور خرقہ تزویر ہے اور کچھ بھی نہیں
دو رخی پاؤں کی زنجیر ہے اور کچھ بھی نہیں

خود پسندی و خود اندیشی و خود بینی سے
جاں ہی کیا روح زمیں گیر ہے اور کچھ بھی نہیں

آہ کیا لے کے گئے بارگہ دوست میں ہم
سر بسر نامہ تقصیر ہے اور کچھ بھی نہیں

رخ زمانے سے پھرایا، کیا میخانہ پسند
دل مرا بستہ بہ تقدیر ہے اور کچھ بھی نہیں

پیش درویش نہیں گر صفت درویشی
وہ ہے اور خلق کی تحقیر ہے اور کچھ بھی نہیں

بے صفا گر کوئی صوفی ہو تو اس کا قبلہ
در مرد زر و شمشیر ہے اور کچھ بھی نہیں

عالم اخلاص نہ رکھتا ہو تو پھر علم اس کا
"پردہ بر عقل" کی تفسیر ہے اور کچھ بھی نہیں

بس کتابیں ہی جو عرفان کی پڑھ لے عارف
قیدی لفظ و تعابیر ہے اور کچھ بھی نہیں

مژدۂ دیدار

بادِ بہار مژدۂ دیدار لائی ہے
کیا مقدمِ بہار میں جاں دے کے آئی ہے
دل کو نوید سرو قد گلعذار ہے
بلبل کی شاخِ سرو سے آواز آئی ہے
پیمانہ دستِ ناز سے ساقی نے جب دیا
راحت ذرا مرے دلِ سوزاں نے پائی ہے
جاں دے دے اختیار بتِ مے گسار ہیں
غمگیں کا باغِ عشق میں آنا برائی ہے
شیریں زباں مری گلِ بے خار بوستاں
خسرو کو ساغرِ مئے غم دے کے آئی ہے
بہرِ جمالِ دوست دلِ جاں گداز نے
لاکھوں ہی سر دیے ہیں، نہ اک جاں گنوائی ہے

پرواز جاں

کوئی رستہ جو سوئے کوئے دلبر باز ہوجائے
مری سوئی ہوئی قسمت مری دمساز ہوجائے
نسیم صبح کو رستہ ملے گر کوئے دلبر میں
دل افسردہ گر اس سرو کا ہمراز ہوجائے
جو نے دردِ دلِ عشاق کا احوال بتلائے
جو غمگیں کا، دل غمدیدہ ہم آواز ہوجائے
ترس آجائے مور ناتواں پر گر سلیمانؑ کو
جو اہل دل کی محفل میں وہ سرافراز ہوجائے
اسی کے در پہ سر رکھ دوں، قدم پر اس کے جاں دے دوں
اگر در کھول دے اور بے نیاز ناز ہوجائے
مرے سر پر ہو تو سایہ فگن اے سرو زیبائی
کہ دنیا سے مری جاں مائل پرواز ہوجائے

غم یار

بادۂ پیمانہ دلبر میں ہشیاری نہیں
بے خودی ایسی ہے جس کے بعد بیداری نہیں
ہے ہر اک، بیمار تیری نرگس بیمار کا
عاشق بیمار کو کچھ اور بیماری نہیں
ہٹ گیا عاشق کا دل ہر شے سے دلبر کے سوا
چپ ہے، اب کچھ یاد اسے جز عشق گفتاری نہیں
درد عشق یار کی شیرینی اب کس سے کہیں ؟
جز غم دلبر کسی کو فکر غمخواری نہیں
آ کبھی بالیں پہ اور بیمار رخ کو دیکھ لے
اور کو جز عشق کچھ فکر پرستاری نہیں
ناز کم کر، مہرباں ہوجا، حجاب رخ اٹھا
دل کو دلبر سے غرض جز پردہ برداری نہیں

اخگرِ غم

جس نے جوڑا غم سے، اس نے ساتھ چھوڑا یا نہیں؟
دیکھا؟ بھولے سے ہمارا حال بھی پوچھا نہیں
کیا طلب کرتے ہو ہم سے دردِ پنہاں پر گواہ
اشکِ خونیں زرد رخسارے پہ کیا دیکھا نہیں؟
آتشِ غم کو بجھا بھی دوں میں آبِ چشم سے
اخگرِ غم آہ کا، دنیا پہ برسے گا نہیں ؟
خود ترا رخسار زیبا گل نے دیکھا ہے ضرور
ہے چمن میں گل کا خاک آلود چہرہ یا نہیں ؟
اپنے کوچہ سے اگر سو بار دھتکارے مجھے
آستانے سے ترے میں منہ پھرا سکتا نہیں
میں اگر سن لوں، کسی دشمن سے تیری جنگ ہے
جاں بکف میدان میں جاؤں گا، بیٹھوں گا نہیں
گرچہ استادانہ ہے لاریب "ہندی" کا کلام
میں نہیں ہوں مردِ اس میداں کا، تو ہے یا نہیں

سفر عشق

شوق سے سوئے دلبر سفر چاہیے
بتکدہ ہی میں سر سے گزر چاہیے

پیر کہتا ہے، ہے میکدے میں شفا اجنبی محفلوں سے حذر چاہیے
جلوۂ رخ ترا چاند سے کم نہیں یعنی اعجاز شق القمر چاہیے
بہر عشاق وا ہے در میکدہ اب تو امید فتح و ظفر چاہیے
دل کو مستی میں گرد عوئے حکم ہے پھر تو احساس خوف و خطر چاہیے

مژدہ اے دوست! رندی نے کھولا ہے خم
لب ہوں اس خوان نعمت سے تر، چاہیے

سر بھی جائے تو آتشکدہ ڈھونڈ لو ہو جفا بھی تو سینہ سپر چاہیے
خم سلامت کہ دیدار دلدار سے رند عاشق بھی ہو باخبر چاہیے

جلوۂ یار ہر کوچہ و در میں ہے
سوئے ہر کوچہ و در سفر چاہیے

قبلہ عشق

بہار ہے، در میخانہ باز لازم ہے
بسوئے قبلہ عاشق نماز لازم ہے
نسیم قدس نے عشاق باغ سے یہ کہا
کہ دو جہاں سے رہو بے نیاز، لازم ہے

نہیں پہنچتا ہے دامان سرو تک مرا ہاتھ
بہ بید عاشق مجنوں، نیاز لازم ہے
ہے غم جو دل میں مرے عشق گلعذاراں کا
دوا، بہ جام مئے چارہ ساز لازم ہے

نہیں پہنچتا ہے دامان بوستاں تک ہاتھ
نظر بہ سرو قد سر فراز لازم ہے

صبح امید

دل ویراں میں ترے عشق نے اب منزل کی
بننے دے گا نہ یہ مجھ سے کبھی میرے دل کی
کھول یہ غنچہ لب ، فاش کر اس نقطہ کا راز
جس نے خود میری اور اس دل کی مہم مشکل کی
تیری یادوں نے غم ہر دو جہاں دور کیا
صبح امید نے سب ظلمت شب باطل کی
جان جاں! تو ہی مری عمر کا حاصل ہے اگر
ثمر عمر ہے وہ ، دل نے جو شے حاصل کی
غم نہیں جور رقیباں سے تو واقف ہے اگر
تیرے دیدار نے تاریکی غم زائل کی
تیرے کوچہ سے نہ جائے گا وہ "ہندی" کیطرح
وادی جاں میں مسافر نے اگر منزل کی

عشق دلدار

چشمِ بیمار نے تیری مجھے بیمار کیا
حلقۂ زلف نے اے یار! گرفتار کیا

اس گل گلشن زیبائی نے بے غمزۂ ناز
سارے خوباں جہاں سے مجھے بیزار کیا

ہاتھ سے ہوش دیے بیٹھے ہیں سارے میخوار
جام مے بخش کے تو نے مجھے ہشیار کیا

کیا کروں، سوختہ غم ہوں کہ عشووں نے ترے
مجھ کو دل باختہ لعل گہر بار کیا

عشق دلدار نے شاید مجھے سمجھا منصور
گھر میں رہنے نہ دیا، در پہ سر دار کیا

حلقہ صوفی و مکتب سے نکالا مجھ کو
عشق نے حلقہ بگوش در خمّار کیا

بادۂ ساغر لبریز نے جاوید کیا
بوسہ در نے مجھے محرم اسرار کیا

دلجوئی پیر

ہاتھ چومو شیخ کے، اس نے مجھے کافر کہا
محتسب کو دو دعا جس نے رسن بستہ کیا

ہوں در پیر مغاں پر معتکف، جس نے مجھے
دے کے اک ساغر دو عالم سے مرا دل بھر دیا

آب کوثر پی کے، میں احسان رضواں کا نہ لوں
تیرے عکس رخ نے مجھ کو حاکم دوراں کیا

پردۂ سر ازل اٹھا ہے اس کے ہاتھ سے
میری قسمت سے مجھے درویش نے واقف کیا

پیر میخانہ نے اپنے ناخن تدبیر سے
کر لیا مجھ کو مسخر، کر دیا مجھ کو فنا

پیر میخانہ نے کی اس درجہ دلجوئی مری
مجھ کو یکسر خود مری ہستی سے غافل کر دیا

عشق چارہ ساز

حدیث عشق ہوائے بہار لے آئی
صبا چمن سے بوئے گلعذار لے آئی
طرب میں کھول دیے راز بوستاں گل نے
طبیب غم کی خبر جان زار لے آئی
بنفسہ تھا غم دوری یار سے نالاں
کہ وحی ہجر غم دل فگار لے آئی
ہلال کرتا تھا ابروئے یار کی باتیں
نسیم باغ سے عطر بہار لے آئی

اسرار جاں

ہے پیر میکدہ رستہ میں، آنے والا ہے
گل شگفتہ ہے اک ساتھ، بلکہ غنچہ ہے

وہ باغ یمن کا غنچہ جو دوست کی جاں سے
جہاں کہیں دل آگاہ ہو، مہکتا ہے

بہ موئے عطر فشاں اور با رخ شاداب
گزر کے خیمہ سے محفل تک آنے والا ہے

ہے خطہ اس کا حقیقت تو خیمہ اس کا مجاز
وہیں سے خلوت دل میں پہنچنے والا ہے

ترانہ ملک جنّت سدا گلزار
کبھی کبھی دل میخوار سے ابھرتا ہے

دھواں جو اٹھتا ہے سرمست مے کے سینہ سے
بہ اشک و آہ دل پیر تک پہنچتا ہے

اٹھا لے دل سے مرے ہاتھ اب کہ نالہ مرا
نکل کے دل سے سر شاہ پر برستا ہے

غم فقیر وہ ماہی سے تا بہ ماہ گیا
اسی سے سینہ مہ داغ داغ ہوتا ہے

کمان ابروئے دلدار میں وہ جادو ہے
کہ راز، دل کی کمیں گاہ تک پہنچتا ہے

فارغ عالم

ہے فقر فخر، اگر بے نیاز عالم ہو
گزر چکا جو خودی سے تو اس کو کیا غم ہو
ستارہ بخت کا اس شب کی صبح نکلے گا
کہ تا بہ وقت سحر یار جس کا ہمدم ہو
نہ سمجھا ساغر درویش کا طرب ساقی
تو بادہ ہاتھ سے اس بت کے لے جو محرم ہو
کبھی نہ کلبہ چغداں میں جائے گا طوطی
بتاؤ، باز ارم اور سگ معلم ہو؟
پناہ یا تو دل گمشدہ کو دے، ورنہ
رہا کر اس کو کہ سرگشتہ دو عالم ہو

رازِ نہاں

افسانۂ غم میرا اک رازِ نہانی ہے
سمجھے گا وہی اپنی ہستی سے جو فانی ہے
خمِ طرۂ گیسو کا تیرے نہ ملا مجھ کو
پائے گا وہی جس نے مرضی تری جانی ہے
ہاں، اور بھی اک ساغر میخانہ کے خم سے دے
اس میکدہ میں ساقی "نہ" ایک کہانی ہے
دلدار کا دلدادہ، ساقی کا شریکِ غم
اک رند ہے، وہ بھی جو بے نام ونشانی ہے
ہوں پیر مگر تیری زلفوں کی قسم مجھ کو
اس سر میں ترے غم کی بھرپور جوانی ہے
ہوں دور ترے در سے عشوہ گر ہرجائی
حسرت ترے چہرے کی پیغام رسانی ہے
کوچہ میں ترے آئیں اور جائیں جو گلہ باں
ہوجاؤں میں گلہ باں، اب دل میں یہ ٹھانی ہے

مژدۂ وصل

گرہ زلف خم اندر خم دلبر ہوئی وا
ساتھ عشاق جہاں کے ہوا زاہد رسوا
قطرۂ بادہ ترے جام کرم سے جو پیا
موج غم سے مری جاں ہو گئی جیسے دریا
قصہ دوست کو اب چھیڑ کہ اسکے غم نے
روح میں آگ لگا دی کہ ہوئی جاں فرسا
مژدۂ وصل ملا رند خراباتی کو ،
ناگہاں غلغلہ و رقص و طرب ہونے لگا
آتش عشق دل و جاں میں جو بھر دی اس نے
جان ہستی سے گئی ، مثل خلیل کعبہ

معجزۂ عشق

دوست فریادی ہے، اس کا راز دل افشا ہوا
بزم رنداں میں وہ آخر کس طرح رسوا ہوا

میں نے چاہا راز دل میرا رہے بس میرے پاس
در کا میخانے کے کھلنا تھا کہ یہ غوغا ہوا

میکدے میں یار آیا ہے، سر خم کھول دو
مژدہ باد اے میکدہ! عیش ازل برپا ہوا

ناز ہے مجھ کو کہ تو نے زلف کو جھٹکا جونہی
ذرہ خورشید اور جو قطرہ تھا وہ دریا ہوا

تو نے لب کھولے، لیا ساغر، ہوا سرمست مے
سامنے ساقی کے سب راز جہاں افشا ہوا

کوچہ میخانہ سے شاید کبھی گزرے مسیح
ورنہ رتبہ پیش حق کیوں اس قدر بالا ہوا

عشق کا اعجاز جانے ہے زلیخا، تو نہیں
کیوں نظر میں اس کی یوسف اس قدر زیبا ہوا

سرود عشق

بہار آئی ہے، گلزار نور باراں ہے
جمال رخ سے چمن عشق کا گل افشاں ہے
ترانہ عشق کا مرغان بوستاں سے سنو
کہ برگ سبز سے رخسار یار تاباں ہے
ندا یہ، ساقی سرمست گلعذار! سنی؟
کہ دشت روکش رخسار سرخ مستاں ہے
نقاب رخ سے ہٹادے، کہو یہ غنچہ سے
فراق رخ میں ترے مرغ دل پریشاں ہے
نہ پوچھ، قلب جگر سوختہ کا حال نہ پوچھ
وہ ابر ہے، غم دلبر میں اشک افشاں ہے

بہار

فصل گل آئی، غم دل اور افزوں ہو گیا
درد جاں افزوں ہوا، اور دل مرا خوں ہو گیا
کاروان عاشقاں تو جانب منزل گیا
حال دل میرا، سمجھ لو کیا ہوا، کیوں ہو گیا
ہجر گل بلبل کو ہے اور ہجر بلبل گل کو ہے
عشق کا اپنے، ہر اک، گلشن میں مفتوں ہو گیا
روئے دلبر سے صبا نے پردہ سرکایا ہی تھا
میں ہی کیا؟ جس نے نظر ڈالی وہ مجنوں ہو گیا
چشم گرم مہر سے سب زردی و سردی گئی
گلستاں سرسبز، بستاں گرم و گلگوں ہو گیا
موسم گل آ گیا، آئی بہار گلعذار
سب خمار، اے میکشان عشق! بیروں ہو گیا

خضر راہ

یہ کیا؟ کہ میکدہ تیری گزار گاہ ہوا
ہمارا نالہ دل تو نہ خضر راہ ہوا

بساط گاہ تری اور خرابہ درویش ؟
خدا نخواستہ، کیا تجھ کو اشتباہ ہوا

صفا وہ دل کو عطا کی ہے تیری آمد نے
حصیر فقر ترے دم سے کاخ شاہ ہوا

تھی دود آہ سے جس رات سخت تاریکی
سفیر نور سحر تیرا روئے ماہ ہوا

کہو یہ شیخ سے، اس رات وعدۂ جنت
مرے نصیب میں، تو چاہ یا نہ چاہ، ہوا

تو شاہ بزم جمال اور "ہندی" بے دل
وہ جو بھی کچھ ہے، ترا خاک بارگاہ ہوا

کتاب عمر

پیری ہے اور عہد جوانی تباہ ہے
ہر دور زندگی پہ ہجوم گناہ ہے

بے راہ ہو کے پشت بہ منزل رواں ہوں میں
عمر دراز کشتہ کوری راہ ہے

آزادگان دہر کو دی دوست نے پناہ
مجھ سا اسیر طوق جہاں، بے پناہ ہے

خود خواہ و خود پسند ہے، خود سر ہے وہ بشر
جو ساری عمر اپنی ہی خود قبلہ گاہ ہے

بیٹھے ہیں بزم یار میں جو با رخ سفید
سمجھے نہ میرا غم کہ مرا رخ سیاہ ہے

آیندہ و گزشتہ پہ کڑھتا ہے، اس کے، دل
جو دست بستہ رسن مال و جاہ ہے

ظلمت میں نور سے میں چلا، ہاتھ تھام لے
یہ رو سیاہ، سر بہ سراشیب چاہ ہے

دعویٰ اخلاص

تو آدم زادہ ہے، کیوں بھول بیٹھا "علم الاسما"
کہاں ہے "قاب قوسین" اور کدھر ہے تیرا "او ادنیٰ"

یہ فریاد "انا الحق" بر فراز دار کیا معنی؟
اگر تو حق طلب ہے، کیا ہوئی "انیّت وانا"

الگ کر دے یہ خرقہ، ہے اگر تو صوفی صافی
گئی تیری کدھر وہ دم زنی با بوق و با قرنا

قلندر! زہد مت بیچ، آبرو اپنی نہ ضائع کر
تو زاہد ہے تو بتلا، کیا ہوا "اقبال بر دنیا"

ہماری بندگی خوب اگر سوداگری ٹھہرے
تو کیا دعوی اخلاص، با ایں خود پرستی ہا

یہ دھندہ چھوڑ دے زاہد! نہ دے اپنی طرف دعوت
سنا ہے میں نے تیرا "لا الہ"، کیا ہوا "الا"؟

ادیب کم نظر! بس توڑ دے یہ کلک آلودہ
دل آزاری ذرا کم کر، خدا سے کیوں ہے بے پروا

جلوۂ جمال

قصّہ کوتاہ ، یار آیا
با گیسوئے مشک بار آیا

در کھول دیا، نقاب الٹی — بے پردہ، وہ دیکھو، یار آیا
کوئی نہ تھا ساتھ، اکیلا آیا — یکتا وَ غریب وار آیا
در غیروں پہ بند کر کے بیٹھا — یعنی پے یار غار آیا
میں کھو گیا اسکے حسن رخ میں — وہ جلوہ گر از کنار آیا
پردے کو اٹھا کے درمیاں سے — تا بر سر مے گسار آیا
صبح شب قدر کے عقب میں — خورشید رخ آشکار آیا
شمعوں کو بجھا سحر ہوئی ہے — خورشید جہاں مدار آیا

رکھ دے یہ قلم، ہٹا یہ دفتر
قصّہ کوتاہ ، یار آیا

میلاد گل

میلادِ گل و بہارِ جاں ہے
اٹھو! کہ یہ عیدِ مے کشاں ہے
خرقہ میں نہ چھپکے بیٹھے رہنا
پھر جانِ جہاں میں آئی جاں ہے
ہاتھوں میں اٹھا لو پرچمِ عشق
وہ آیا جو میرِ لامکاں ہے
گل برسے چمن میں آیا وہ، جو
سلطانِ زمین و آسماں ہے
کہہ یار سے، جلد اٹھائے پردہ
وہ عاشقِ آخر الزماں ہے
آمادہ رہو برائے طاعت
وہ آیا جو منجیِ جہاں ہے

کاروان عمر

عمر آخر ہے مگر آیا مرا دلبر نہیں
ختم ہوتی ہے کہانی غم مگر آخر نہیں

جام مرگ آیا مگر میں نے نہ دیکھا جام مے
سال گزرے اور لطف غمزۂ دلبر نہیں

اس قفس میں آ کے مرغ جاں ہوا بے پر مگر
توڑ دے جو یہ قفس، ایسا کوئی صفدر نہیں

عاشقان روئے جاناں سب ہیں بے نام ونشاں
نامداران جہاں کو یہ ہوائے سر نہیں

منتظر ہیں صف بہ صف سب کاروان اہل عشق
کس کو سمجھائیں کہ معشوق جاں پرور نہیں

روح دے مردوں کو وہ، اور عاشقوں کی جان لے
جاہلوں کو اس طرح عاشق کشی باور نہیں

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

لذت عشق

لذت عشق ہے کیا، عاشق محزوں جانے
رنج لذت دہ ہجراں کو تو مجنوں جانے
کیسے، بے کوہ کنی، سمجھے گا شیرینی ہجر
زادۂ ناز نہ راہ دل پر خوں جانے
رنگ شیرینی شیریں میں ہے، بو بھی خسرو
تو جو فرہاد کا حال دل گلگوں جانے
دل یوسف ہو جو زندان زلیخا میں اسیر
دسترس سے مہ و خورشید کو بیروں جانے
غرق دریا کو بجز موج نظر کیا آئے
عاشق غمزدہ کیا ساحل و ہاموں، جانے
جلوۂ یار کا آغاز نہ انجام کوئی
عشق بیتاب تو "کب" جانے ہے یا "کیوں" جانے

جام جم

کہو گلرخوں سے ہم اہل عشق ہیں، بے دل و غم اسیر ہیں
کریں دستگیری بیدلاں، نگہ کرم کے فقیر ہیں
کسے جا دکھائیں یہ درد دل، کہیں اور جس کی دوا نہیں
تو ہی اپنا دست کرم بڑھا کہ جو موت آئے تو میر ہیں
تو ہماری بزم میں آ کبھی، کبھی دل پہ تیر نظر چلا
کبھی دیکھ آ کے غلط روی، کہ ہم آب و گل سے خمیر ہیں
ہمیں تاجران اجل تو ہیں، ہمیں یار گلبن و برگ کے
وہ جو رند ہیں نہ برہنہ پا؟ وہ ہمارے دل کے بصیر ہیں
وہ جو مے فروش ہیں پاک ہیں، وہی دل خروش ہیں مست ہیں
وہی بند گوشی و نظر کیے، وہی پیر پاک ضمیر ہیں
اٹھا سامنے سے یہ جام مے، نہ لے نام جم نہ لے نام کے
یہ تو زادۂ مہ و سال ہیں، یہ ہماری طرح اسیر ہیں

جلوۂ جام

اے کاش یار درد کی میری دوا کرے
ممکن نہیں جو چشم عنایت، جفا کرے

جلوہ صفا کا آیا نہ صوفی کو جب نظر
ساغر اٹھالیا ہے کہ حاصل صفا کرے

اک درد بے وفائی دلبر کا ہے ہمیں
ساغر اٹھا کہ اب یہی ساغر وفا کرے

ناآشنا وہ ہوگیا، دے جرعہ شراب
شاید کہ یار غمزدہ کو آشنا کرے

نکلا ہوں سوئے خانہ دلدار بے کھے
ڈر ہے نہ محتسب کوئی فتنہ بپا کرے

محفل میں آگیا ہے مری یار گلعذار
مطلب ہے کشف حال دل پارسا کرے

ٹکرادے شیخ شہر سے سر زلف کھول کر
مت چھوڑنا کہ محفل مے میں ریا کرے

راز مستی

در کھول! خم سے یار ذرا نوش جاں کرے
مستی میں اپنے راز دروں کو عیاں کرے

کہہ آؤ دوستوں سے، پہونچ جائیں میکدے
مستی کی یار خود ہی بیاں داستاں کرے

پردہ ذرا اٹھا دل غمدیدہ سے کہ دوست
دامن پہ اپنے، اشک رواں کو رواں کرے

گل، بوستاں میں چہرے کو اپنے کرے عیاں
تا طیر قدس راز نہاں کو بیاں کرے

درویش بے نوا کو بھی اک جام لا کے دے
وہ بھی تو راز دل سر محفل عیاں کرے

بلبل چمن میں نالہ کرے مثل عاشقاں
یعنی بیاں مصیبت فصل خزاں کرے

جاؤ! کہ دردمند فراق رخ نگار
خود اپنے غم میں نالہ و آہ وفغاں کرے

پردہ نشیں

یہ قافلے، ازل سے جو تا ابد، رواں ہیں
تیری طرف رواں تھے، تیری طرف دواں ہیں
ہیں تیرے عشق میں سب گشتہ اور حیراں
یہ دل جلے، جہاں ہیں، بے تاب و بے تواں ہیں
پردہ ذرا اٹھا دے، چہرہ ذرا دکھا دے
کھل جائیں ہر نظر پر اسرار جو نہاں ہیں
اے پردہ دار! شوقِ دیدارِ رخ میں تیرے
دلباختہ ہیں جانیں، دل ہیں کہ بے اماں ہیں
ہیں رند میکدے میں سرمست یاد تیرے
اور بتکدے میں حیراں سب پیر اور جواں ہیں
اے دوست! میرے دل کو اپنا ہدف بنا لے
مژگاں ہیں تیرے ناوک، ابرو ترے کماں ہیں

سایہ لطف

آئی چمن سے بوئے گل بستر ہے واں کیا یار کا
جیسے کہ کوئی جشن ہے گلزار میں دلدار کا
جس سمت سے گزرے گا تو، جس بزم کو دیکھے گا تو
با صد زباں، با صد بیاں، غوغا ہے ذکر یار کا
وہ سرو دل آرا مرا وہ روح جاں افزا مری
سایہ میں اس کے بیٹھ، یہ سایہ ہے لطف یار کا
یہ قفل سارے توڑ دے، قید قفس کو چھوڑ دے
انجام کو آغاز کر، چرچا جہاں ہے یار کا
ان تیلیوں کو توڑ دے، غم سے تڑپنا چھوڑ دے
آوارہ ہو، آوارہ کر، ہستی ہے غم بیکار کا
کر ترک اس ارقام کو، دل سے نکال اوہام کو
ساقی سے لے اس جام کو "لا" جس میں ہے انکار کا

دریائے فنا

تیرے کوچہ میں رہوں، یہ مرا عزم دل تھا
جو بھی گزرے وہیں گزرے، یہ مرا حاصل تھا

حلقہ زلف سے تیرے وہ گرہ کھل جائے
جس کا کھلنا بڑا مشکل ہے، سدا مشکل تھا

کل ترے ہجر میں ظلمت کدہ میرا دل تھا
تذکرہ تیرا بس اک روشنی محفل تھا

دوست سب مے زدہ و مست و خراب و بیہوش
بے نصیب اک وہی، جو میری طرح جاہل تھا

جس نے ہر قید کو توڑا، وہ ظلوم اور جہول
اور جو خود آپ سے اور غیر سے بھی غافل تھا

اہل دل کے لیے ہے علم، فقط ایک حجاب
اس سے باہر جو نکل آیا وہی جاہل تھا

غوطہ زن شوق سے دریائے فنا میں عاشق
بے خبر وہ، جو بظلمت کدہ ساحل تھا

عشق کے ساتھ چلا حوزۂ عرفاں سے جو میں
دیکھا، جو کچھ بھی پڑھایا گیا، سب باطل تھا

طریق عشق

فراق یار نے آنکھوں سے شوخیاں لے لیں
جفا نہ ہو تو کسے آئے دوستی کا یقیں ؟
دیا ہے یار نے خلوت میں جس کی اذن درود
طلوع صبح کا وہ شب دلا رہی ہے یقیں
طبیب درد ہے وہ گلرخ جفا پیشہ
کھلا مرے لیے در جس کی خانقہ کا نہیں
طریق عشق مجھے بتکدے میں لے کے گیا
خودی سے دور ہوا جب سے میرا قلب حزیں
بہ روز حشر، کہ جنّت میں جائیں گے خوباں
نہ عاشقان طریقت میں ہوگا ایک کہیں
کبھی جو عارف سالک کی بات چھڑ جائے
کسی نتیجہ پہ پہنچے گی کوئی بات ؟ نہیں !

مستی نیستی

محضر شیخ میں کچھ تذکرۂ یار نہیں
خانقاہوں میں بھی اسکے کہیں آثار نہیں
مسجد و دیر و کلیسا و کنیسہ دیکھا　　کسی گوشہ میں وہاں خانہ دلدار نہیں
ساغر مے میں ہے جو راز نہاں، اہل خرد!　　کیا کہیں تم سے، ہمیں جرات اظہار نہیں
جو غم عشق نہاں سینہ میخوار میں ہے　　پیش ارباب خرد لائق اظہار نہیں
اپنے راہی کے لیے رمز ہے اک، عشق کی راہ　　آشنا اس سے جہاں میں کوئی ہشیار نہیں
نیستی کی ہے، مری جاں میں جو مستی، اس سے　　داد گاہوں کو کہیں جرات انکار نہیں
راہ مستاں پہ چل اور ہوش میں آنا نہ کبھی
کہ صف ہوش وراں لائق دیدار نہیں

سلطان عشق

گر سوز عشق دل میں مرے رخنہ گر نہ ہو
سلطان عشق کی مری جانب نظر نہ ہو

جاں میں نے کی فدا رہ دیدار یار میں
کیا عذر کیجئے جو متاع دگر نہ ہو

جائے جو سر بہ شوق وصال رخ نگار
باقی رہے تو یار کی نظروں میں سر نہ ہو

شاخ شجر پہ کیسے ہو موسیٰ کو دید رخ
وہ نخل معرفت ہی اگر باثمر نہ ہو

جب بار عشق اٹھایا خوشی سے تو خوف کیا
خاور نہ اپنی جا پہ ہو یا باختر نہ ہو

پیٹیں نہ باب عشق جو بلقیس کی طرح
اپنا تو تا بہ قصر سلیماں گذر نہ ہو

گر مرغ باغ قدس کو حاصل ہو اس کا وصل
محفل میں اہل عشق کی بے بال و پر نہ ہو

کعبہ عشق

بتکدہ میں مرے دلبر کا کہاں نام ونشاں
خانہ کعبہ میں بھی جلوہ نہیں اس کا عیاں
خانقاہوں میں بھی کچھ ذکر نہیں ہے اس کا
بند ہے اس کے لیے دیر و کنیسہ کی زباں
مدرسہ میں ہے اگر کچھ تو وہ قیل و قال
داد گاہوں کو ترے ذکر کی فرصت ہی کہاں

دیکھی بزم ادبا، بلکہ اسے پا بھی لیا
دیکھا میں نے، ہے کلام ان کا معانی و بیاں
بزم رندان قلندر کا کہوں کیا احوال
خود سروں ہی کی ثنا تھی سحر و شام وہاں

یار دلدار ترے جام کا اک قطرۂ مے
وہ عطا کرتا ہے جو دے نہ سکے کون و مکاں
اس کے غمزہ نے دیا مجھ کو وہ شعلہ جس سے
رہ گئے بارگہ قدس میں قدسی حیراں

گواہ دل

لیا ہے تجھ سے جام مے تو کچھ گناہ بھی نہیں
تری گلی کو چھوڑ کر کہیں پناہ بھی نہیں

در امید ہر طرف سے بند ہے مرے لیے
سوائے میکدہ کوئی امید راہ بھی نہیں

تری شراب عشق سے کیے ہیں جس نے تازہ لب
نظر میں اس کی دو جہاں مثال کاہ بھی نہیں

تو دیکھ بزم رند پر بس اک نگاہ ڈال کے
وہاں تری نگاہ جیسی اک نگاہ بھی نہیں

فدا ہیں اس صنم پہ ہوں نظر میں جس کی معتبر
نہ ہستی اور نہ نیستی، غلام و شاہ بھی نہیں

تو صاحب نظر ہے، لطف کر کہ میں مریض ہوں
مریض، جس میں کچھ سوائے درد و آہ بھی نہیں

میں عاشق قدیم ہجر یار سے ہوں سوختہ
بس اک فسردہ دل ہے، دوسرا گواہ بھی نہیں

زنجیر دل

جز تیرے رخ کے کوئی تمنا بجا نہیں
جز تیرے درد عشق کی کوئی دوا نہیں

بندہ ہوں تیرے مو کا رسائی مگر کہاں
راہی ہوں تیرے کوچہ کا اور رہنما نہیں

زنجیر دل ہے حلقہ تری زلف ناز کا
دل کا ترے سوا کوئی حلقہ کشا نہیں

اس میکدہ سے صوفی صافی نہ جائے گا
کوئی بجز خرابہ رنداں صفا نہیں

جا کوچہ بتاں میں کہ مسلک میں عشق کے
بوسہ بروئے عارض دلبر خطا نہیں

خادم ہو پیر رہ کا کہ مذہب میں عشق کے
ساقی کے ماسوا کوئی فرماں روا نہیں

روز وصل

غم نہ کر، دن آئے، دل سے درد ہجراں جائے گا
جلد ہی سے سرخمار، اے مے گساراں جائے گا

پردہ دار اب رخ سے اپنے پردہ سرکانے کو ہے　　سامنے آئے گا وہ، درد دل وجاں جائے گا
شاخسار گل پہ بلبل نغمہ خواہ ہونے کو ہے　　زاغ نادم ہو کے بیرون گلستاں جائے گا
نور افشاں بزم اس کے نور سے ہو جائے گی　　یاد رنداں سے خیال غیر جاناں جائے گا
مہر رخ چمکے گا اس کا، ابر غم ہٹ جائینگے　　پردۂ رخسارۂ سرو خراماں جائے گا

مژدہ باد اے دوستو! نزدیک ہے دیدار دوست
روز وصل آئے گا، درد شام ہجراں جائے گا

آتش عشق

کس کا دل شیفتہ زلف چلیپا نہ ہوا
کس نے دیکھا ترا رخ اور ترا شیدا نہ ہوا

ناز کر ناز کہ ہر دل ترا زندانی ہے
غمزہ کر غمزہ کہ دلبر کوئی تجھ سا نہ ہوا

توڑ دے جلوؤں سے خوباں زمانہ کا غرور
رخ دکھا، کہنا، ہے پھر کون جو رسوا نہ ہوا

آتش غم کو ہوا دے، غم دل افزوں کر
دل کو راحت نہ ملے گی جو غم افزا نہ ہوا

دل میں وہ آگ لگا دے کہ ملے دل کو قرار
یوں تو کب عشق کی اس آگ میں جلنا نہ ہوا

کون ذرہ نہ بنا فیض سے تیرے صحرا
کون قطرہ نگہہ لطف سے دریا نہ ہوا

جاں ترے کوچہ میں اے دوست ہوئی سر بر خاک
دل وہ کیا جو کہ فدائے رخ زیبا نہ ہوا

راز کھول!

دل نے پر تولے کہ اس قید سے بیروں ہو جائے
جاں میں جاں آئے جو اک لمحہ کو مجنوں ہو جائے

گزری کیا، شمع کی آغوش میں پروانے پر
وہی جانے جو رہ عشق میں مجنوں ہو جائے

قافلے والے سب اسباب سفر لے کے گئے
کوئی اس کوچہ میں رہ جائے تو دل خوں ہو جائے

پردۂ راز اب اپنے رخ زیبا سے اٹھا
آنکھ تیرے غم فرقت میں نہ جیحوں ہو جائے

ساقیا! رہ گئے کچھ پیاسے، کر ان پر بھی کرم
جام لبریز ہو، مستی تری افزوں ہو جائے

ابر رحمت سے جو پانی کی جگہ مے برسے
دشت سرمست ہوں، ہر رخ رخ گلگوں ہو جائے

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

عشق مسیحا دم

لب بلبل سے عیاں نغمۂ داؤد ہوا   درد تھا اک دل غمگیں میں کہ نابود ہوا

جان عاشق کو جو ساقی نے کیا جان خلیل
جام مے سے اثر آتش نمرود ہوا

بندۂ عشق ہوں اس یار مسیحا دم کا
جس کی ٹھوکر سے میں سر تا بقدم دود ہوا

میری سرگشتگی جو کچھ بھی نابود ہے سب
کوئی نابود کسی سے کبھی نابود ہوا ؟

ہوں میں نازاں اسی دلبر پہ کہ جس کی مے سے
پردہ بردار رخ عابد و معبود ہوا

قدرت دوست تو دیکھو کہ بیک غمزۂ لطف   ساجد خاک در میکدہ مسجود ہوا

پرتوِ حسن

تھی بدی شیطان کے دل میں مگر احساں کیا
لے گیا جنّت سے باہر، بستۂ جاناں کیا
دور رہ کر خلد سے بے قدر ہوجاتا مگر
عشق نے ملک و ملک سے دفعہ پراں کیا
جام ساقی نے تو چاہا تھا، اڑا دے میرے ہوش
ملک سے نکلا تو بیہوشی نے جان جاں کیا
روح کو بے جاں کیا پرتو نے تیرے حسن کے
عشق نے آ کر مرے ہر درد کو درماں کیا
تیرے غمزہ نے دلِ عاشق میں بھڑکا دی وہ آگ
قلب موسیٰ کی طرح میرا بھی دل سوزاں کیا
ابن سینا! طورِ سینا میں نے پائی اس نے راہ
جس کو اس برہان حیراں ساز نے حیراں کیا

عاشق دلباختہ

خسم سلامت کہ مجھے اس نے سر راہ کیا
ساقی بادہ بکف نے مجھے آگاہ کیا

خادم درگہ میخانہ عشاق ہوں میں
رند عاشق نے مجھے خادم درگاہ کیا

سر بھی اور جاں بھی فدائے صنم بادہ فروش
ایک جرعہ سے مجھے خسرو جم جاہ کیا

تیرے نور مہ رخسار نے اے مایہ عیش
مجھ کو آزادۂ انوار خور و ماہ کیا

برگ تر نے چمن رخ کے بچایا مجھ کو
سینکڑوں کو ہوس خلد نے گمراہ کیا

کون سمجھے گا غم اس عاشق دلباختہ کا
جس نے سب راز سپرد شکم چاہ کیا

خرقہ فقر

در ساقی پہ کبھی دست فشاں دیکھے گا
تو مجھے مثل قلندر منشاں دیکھے گا

ہوں گا بیخود اسی ساغر سے تو مجھ کو بیہوش
پھر ہر اک مسخرۂ پیر و جواں دیکھے گا

سایہ سرو رواں ہی میں رہوں گا میں سدا
مکتب و دیر میں تو مجھ کو کہاں دیکھے گا

میں اقامت گہہ ہستی سے چلا جاؤں گا
تو مجھے سوئے عدم رخت کشاں دیکھے گا

خرقہ فقر کو اک بار میں تہ کردوں گا
ننگ اس خرقہ کہنہ کا عیاں دیکھے گا

اسی عاشق کے میں ساغر سے پیوں گا جب مے
تو مجھے فارغ ملک دو جہاں دیکھے گا

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

بہار آرزو

در پہ ساقی کے اگر نالہ کناں ہوجائے گا
دیکھنا یہ پیر فرسودہ جواں ہوجائے گا

غنچہ و گل مسکرائیں گے، بہار آجائے گی
عمر کوتہ کا تصور داستاں ہوجائے گا

کنج محبس میں جو افسردہ ہے اک مرغ اسیر
یہ فراز آسماں میں پرنشاں ہوجائے گا

رکھ نہ پائے گی قدم گلزار میں باد سموم
فیض ابر نو بہاری جب عیاں ہوجائے گا

قوس کو پیچھے ڈھکیلے گی اگر باد بہار
ابروئے قوس قزح بڑھ کر کماں ہوجائے گا

ایک دن بے پردہ آنکلے گا یار پردہ دار
نور رخ اس کا جمال دو جہاں ہوجائے گا

دیارِ قدس

ہاتھ اٹھا دل سے کہ جاں تا بلب آ پہونچی ہے
دن تو سب کٹ گیا فرقت میں شب آ پہونچی ہے

جانِ غمدیدہ سے کہتا ہوں کہ غمگین نہ ہو
موسمِ غم گیا، فصلِ طرب آ پہونچی ہے

لے سواری تو مرے یوسفِ گم گشتہ کی
از سرِ راہ دلِ ملتہب آ پہونچی ہے

راز کھولا دلِ بسمل نے، تو سینہ سے مرے
لہر سی اٹھ کے درونِ عصب آ پہونچی ہے

قمریٔ قدس نے بھی قدس کو چھوڑا آخر
جو چنا اس نے اسی در پہ اب آ پہونچی ہے

دے سکا امن و امان کا نہ پتہ دارِ سلام
جان اب تا حدِ دار العجب آ پہونچی ہے

روئے یار

کس راستہ پہ چل پڑے یہ عاشقان زار
ہے راہ بے کنار، کہاں رکھ رہے ہیں بار
جائیں یہ جس طرف سر کوئے نگار ہے
رکھ دیں جہاں بھی بار، وہیں ہے در نگار
ساقی کو ہر جگہ نہیں پہچانتے ہیں یہ
یہ جام لیں، مگر جو بڑھے خود ہی دست یار
ساقی کے عشق رخ میں یہ جشن و سرور ہے
ہے اس کے ہجر وصل میں سب زاری و نزار
کھلتے ہیں نور رخ سے اسی کے چمن میں گل
ہے یاد سرو قد میں یہ سب خندۂ بہار
دیدار رخ حجاب کے ہوتے کہاں نصیب؟
بارے اٹھا نقاب، دکھا روئے گلعذار

کس سے کہوں؟

غم دل کس سے کہوں؟ کون سنے گا؟ جز یار
کس سے پوچھوں رہ میخانہ سوائے دلدار

غم اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے
ہجر کے درد کے اظہار سے عاجز گفتار

نو بہاراں ہے، کرو باز در میخانہ
بند ہو اور در میخانہ؟ بایں فصل بہار

یاد ساقی میں چلے جام کہ ہے موسم گل
نا مناسب ہے چمن جانا، بایں حال خمار

کھول دے پیچ و خم زلف، بت بادہ فروش!
آرزوئے دل غمگیں بہ سر زلف بر آر

عاشق یار کا ہے آج جو روز میلاد
دے سہارا، سر خم کھول برائے ابرار

اسکے دیدار سے رندوں پہ جو سرمستی تھی
نہ بتاؤں گا وہ میں، جز صنم بادہ گسار

بادۂ ہوشیاری

لے جام، اور یہ جامہ زہد وریا اتار
محراب کردے شیخ ریائی کو واگذار

جا پیر میکدہ کو سنا دے ہمارا حال
اک جام دے کے دور کرے سر سے یہ خمار

کشکول فقر ہم کو سر افتخار ہے
اے یار دلفریب! بڑھا اور افتخار

ہم ریزہ خواہ صحبت رند فقیر ہیں
اک غمزہ سے نواز دل پیر جیرہ خوار

ذکر رقیب رہر ہے، یہ ذکر بند کر
یہ زہر کیوں نہ ہو کہ ہے یہ سانپ گنڈے دار

بوس وکنار یار نے بخشی مجھے حیات
اب ہجر میں نصیب نہیں بوسہ و کنار

دے دو یہ پیر میکدہ کو انتباہ غم
ساقی نے جام دے کے کیا مجھ کو ہوشیار

خم مے

دکان عطر فروشی ہے یا گزر گہ یار
مہ ضوافگن محفل ہے یا ہے روئے نگار
نسیم کوچہ جاناں سے ہو کے آئی ہے
کہ ہے وہ آج عجب جاں فزا وَ غالیہ بار
بس ایک غمزہ کہ رخ پر کھلے امید کی راہ
نگاہ لطف کہ دل ہو گیا ہے زار و نزار
حریف سامنے در میکدے کا کھولے ہے
دے اپنے ہاتھ سے اک اور جام پر زخمار
جو جام ہاتھ سے چھوٹے تو چھوٹے، خم تو ہے
خم مے اور گرہ دل کی کھول ایک ہی بار
رکھوں قدم پہ ترے سر، اتاروں خرقہ مکر
جو تو کہے تو چڑھا دوں یہ خرقہ بر سر دار؟

دیار دلدار

نہیں آنکھوں میں بینائی تو میخانے میں کیوں آئے
لباس زہد پہنے اس کے کاشانے میں کیوں آئے

یہاں سب عاشقان یار ہیں، سب بے سروپا ہیں
نہیں جو بے سروپا وہ صنم خانے میں کیوں آئے

جو ہے دل بستہ تسبیح، اسیر دیر و مسجد ہے
وہ لے کر آرزوئے جام میخانے میں کیوں آئے

یہ تسبیح اک طرف رکھ، توڑ دے اس دیر کے در کو
بہ شوق راز ہستی ورنہ ویرانے میں کیوں آئے

یہ سر لے جاؤ، اس سر میں نہیں ہے عشق کا سودا
نہ راہ عشق جانی تھی تو ابخانے میں کیوں آئے

قفس کی تیلیوں کو توڑ دے، اڑ جا سوئے دلبر
جسے ہے عشق وہ دنیا کے بہکانے میں کیوں آئے

پرتو خورشید

چمن میں قافلہ نو بہار پھر آیا
زمان مستی و بوس و کنار پھر آیا

تمام ہوگئی افسردگی و غمگینی
زمان چسپ بد امان یار پھر آیا

وہ مردنی وہ پریشاں دلی ہوئی آخر
پیام زیست بہ نقش و نگار پھر آیا

گئی وہ زردی روئے چمن کہ شاخوں پر
نگاہ مہر ہوئی، برگ و بار پھر آیا

مغنی و خم و ساقی و میکدہ کے ساتھ
جنوں، بہ شوق خم زلف یار، پھر آیا

جو مدرسہ سے گزرنا تو شیخ سے کہنا
تجھے پڑھانے وہ لالہ عذار پھر آیا

دکان زہد کرو بند، موسم گل ہے
کہ گوش دل میں کوئی نغمہ بار پھر آیا

مستی عشق

درِ میخانہ ہر اک کے لیے باز اب بھی ہے
سینہ سوختہ میں سوز و گداز اب بھی ہے
بے نیازی ہے فقط عشق کی سرمستی میں
قدرِ ہستی فقط از روئے نیاز اب بھی ہے
چارہ کچھ دوریِ دلبر سے نہیں، کھول نہ لب
اس کا بندہ جو ہے وہ بندہ نواز اب بھی ہے
راز کہنا ہو تو بس مست رخِ یار سے کہہ
یہ وہ منزل ہے کہ وہ محرمِ راز اب بھی ہے
چھوڑ دے چھوڑ دے سوداگری و بوالہوسی
دستِ عشاق سوئے دوست دراز اب بھی ہے
ہاتھ اپنا تو پہنچ پایا نہ تا دامنِ یار
اس کو مصروفیتِ عشوۂ و ناز اب بھی ہے
اس کے کوچہ سے گزرنا جو نسیم سحری   عطر لے آنا کہ وہ غالیہ ساز اب بھی ہے

سایہ سرو

تیر مژگاں میں ہیں، ابرو میں کماں ہے اب بھی
طرۂ زلف دوتا عطر فشاں ہے اب بھی
ہم ہیں سوداگری و بوالہوسی میں مصروف
دلستانی کی ادا میں وہ رواں ہے اب بھی

ہے ہمیں سایہ سرو قد دلبر کی تلاش
اور وہ فکر کی آنکھوں سے نہاں ہے اب بھی
کیا کروں ہدیہ، کہ سر ہے مرے پاس اور نہ جاں
وہ سراپائے ہمہ روح و رواں ہے اب بھی

اس کی شمع رخ زیبا کا میں پروانہ ہوں
حسن رخ اس کا عیاں تھا سو عیاں ہے اب بھی
سامنے فخر کریں، اور ہمارے؟ قدسی!
واقف "علّم الاسماء" زباں ہے اب بھی

عروس صبح

یہ شب جو میری بانہوں میں ہے صورت عروس
رکھنا نہ ایسے وقت دریغ از کنار و بوس
اے شب! عروس صبح کو بانہوں میں بھینچ لے
امشب کہ تنگ بانہوں میں خفتہ ہے یہ عروس

ہرگز نہ اپنے لب، لب شیریں سے میں ہٹاؤں
آنے دو بانگ صبح کو، آئے صدائے کوس
خورشید آ نہ جائے، رہ صبح بند کر
ہوگی نہ آج اذان، اڑا دو سر خروس

امشب کہ میرے حال پہ وہ مہربان ہے
محرومیوں کا اپنی نہیں مجھ کو کچھ فسوس
اس شب کی صبح چاہوں تو کہنا نہ مے گسار
ہوگا، ہے میرا تخت سلیماں پہ گر جلوس

"ہندی" کہ تیرے کوچہ میں آیا ہے ہند سے
ہے ہیچ اس کو شاہی شیراز و ملک طوس

فنونِ عشق

اک جام پی لے اور درِ ساقی پہ شاد ہو
توفیق جس نے دی وہ فرشتہ جو یاد ہو

تیشہ نہیں ہے کوہ کنی کو تو کیا ہوا ؟
فرہادِ عشق یار میں بن اور شاد ہو

جا حلقۂ غلامیِ رنداں کر اختیار
فرماں روائے عالمِ کون و فساد ہو

رہ پیچ و تابِ گیسوئے ساقی میں نغمہ خواں
پرچم کشائے مستی و رندی نہاد ہو

شاگردِ پیرِ میکدہ بن، فنِّ عشق میں
رندی سکھا زمانے کو اور اوستاد ہو

سرمستِ عشق مفت نہ لیں منصب و مقام
تو خسرو زمانہ ہو یا کیقباد ہو

فرزندِ دلپذیرِ خرابات اگر ہے تو
ہرگز نہ ملکِ قیصر و کسریٰ پہ شاد ہو

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

آواز سروش

جام پٹکا در ساقی ہی پہ، خرقہ از دوش
ہاتھ سے درد گیا، سر سے روانہ ہوئے ہوش
کچھ شفا مجھ کو دم شیخ سے حاصل نہ ہوئی شکوہ لے جاؤں گا اب پیش بت بادہ فروش
کچھ محقق کو خبر ہے، نہ ہے عارف پہ اثر
اب مرا ہاتھ ہے اور دامن پیر خاموش
علما حوزہ میں، خلوت میں پڑے ہیں صوفی میں کوئے یار میں حیرت زدۂ و خانہ بدوش
مکتب و دیر و خرابات سے ہو آیا ہوں
ہوں در وعدہ گہ یار کا اب حلقہ بگوش
تو اگر صوفی و درویش کے نعروں پہ نہ جائے دل سے خود آئے تری روح میں آواز سروش

پیر مغاں

کل شب وہ عہد تازہ ہوا پھر بہ عقل و ہوش
جس پر تھے پچھلے سال، ہم اور پیر مے فروش
احباب سب تو سوئے گلستاں چلے گئے　　میں موسم بہار میں بیٹھا رہوں خموش
لو میں بھی اب دو ایک صنم سیم تن کے ساتھ　　جاتا ہوں اٹھ کے جانب صحرا بہ ناؤ نوش
صد حیف! یہ حسین خداداد زندگی
ضائع کروں بہ دلق ریائی و دیگ جوش
ڈھونڈوں گا دامن بت مہوش میں اب پناہ　　کچھ بھی تو دے سکا نہ مجھے شیخ خرقہ پوش
مکتب کی قیل وقال سے بھی کچھ نہ مل سکا　　جز حرف دلخراش پس از شورش و خروش
اب کنج میکدہ میں کسی دلستاں کے ساتھ　　بیٹھوں گا بند کر کے زمانے سے چشم و گوش
نکلے گا اب نہ کچھ لب "ہندی" سے دیکھنا
جز صحبت صفائے مے و حرف مے فروش

آتش فراق

جو ہے حامل دل باختہ یہی بل ہے اس کے نیاز میں
یہ بعید ہے کہ وہ ناکسوں کو شریک کر سکے راز میں
کہاں اہل ہوش و خرد کو ہے مرے سوز عشق کی کچھ خبر
کہاں یہ دماغ کہ جھانک لیں در صحن سوز و گداز میں
نہیں یار عربدہ ساز نے اگر اپنے کوچہ میں راہ دی
رہو مست اپنے نیاز میں، اسے محو رہنے دو ناز میں
ذرا یار سے کوئی جا کہے، دل سوختہ کی خبر تو لے
ہے علاج سوزش عاشقاں تری چشم بندہ نواز میں
جلے ہم تو آتش ہجر میں، تو جگر پہ مرہم لطف رکھ
کہ ہے آبشار کرم ترا، ترے دست عشق نواز میں
مرا درد عشق ہے بے دوا، نہیں چارہ ساز ترے سوا
ہے دوا تری نگہ کرم، یہ دوا حرم نہ حجاز میں
مرا کیا نباہ ہو شیخ سے کہ جدا ہیں دونوں کے راستے
میں فدا ہوں اپنے ایاز پر، وہ اسیر زلف نماز میں

ہوائے دوست

آخر تری ہوا میں گزرا میں اپنی جاں سے
لے آیا دل وطن سے اور اپنے خانداں سے
اس شہر میں ہماری اک بزم دوستاں تھی
لایا ہے عشق تیرا اس بزم دوستاں سے
گلزار میں تھا میرے خود میرا آشیانہ
یہ عشق لے کے آیا ہے مجھ کو آشیاں سے
مجھ کو گماں تھا تو مجھ سے وفا کرے گا
ورنہ میں باہر آتا کیوں اپنے بوستاں سے

محرم عشق

واہ کیا خوب زمانے میں اڑا پرچم عشق
آدم و جنّ و ملک بستہ پیچ و خم عشق

عرش والے بھی رہ یار میں ہیں نالہ کناں
سینہ زن نوع ملک کو بھی کیے ہے غم عشق

در و دیوار پہ ہے چاہنے والوں کا ہجوم
طرفہ اسرار بتاتا ہے در محکم عشق

ریزہ خواران در میکدہ شاداب ہیں سب
منظرستان ہے رندوں کا در خاتم عشق

غم نہ کھا، اے دل بیتاب جو رستہ نہ ملے
ہیچ سالک کی نگاہوں میں ہے بیش و کم عشق

دو حریفان ستم پیشہ کو میرا یہ پیام
ما سوا میرے نہیں اور کوئی محرم عشق

جلوۂ دیدار

دیکھ ادھر، تشنۂ دیدار ہوں میں
رخ دکھا، عاشق رخسار ہوں میں

عشوہ و ناز دکھا، کھول زباں — کہ ترا عاشق گفتار ہوں میں
رکھ قدم اپنا مرے بستر پر — میں ہوں دلسوختہ، بیمار ہوں میں
وصل سے کھول مرے دل کی گرہ — جلوہ دکھلا کہ گرفتار ہوں میں
عاشق سر بگریباں ہوں میں — بیخود و مردۂ دیدار ہوں میں
قتل کر یا کہ جلا تو جانے — عاشق و یار وفادار ہوں میں

جس کو دیکھو وہ خریدار ترا
اور خریدار خریدار ہوں میں

محرم اسرار

کچھ خبر ہے؟ ترا بیمار گرفتار ہوں میں
تیرے حق میں سبب گرمی بازار ہوں میں

ہر طرح تیری جفاؤں کا خریدار ہوں میں
بخدا یار ہوں، اور یار وفادار ہوں میں

تار گیسو نے ترے دام میں پھانسا آخر
کہ اسیر رسن گیسوئے خمدار ہوں میں

اپنے ویرانے کی اے چغد! بس اب بات نہ کر
کیونکہ اس دائرہ کا نقطہ پرکار ہوں میں

اہل عرفاں نے رخ یار پہ پردہ ڈالا
میں ہوں دیوانہ، نمائش کن رخسار ہوں میں

فاش کرتے ہیں ترے راز کو تیرے عشاق
میرے پاس آ، کہ ترا محرم اسرار ہوں میں

ٹھوکریں کھاتا ہے یہ پیر، اسے رخ تو دکھا
تا دم مرگ ترا عاشق دیدار ہوں میں

فصل طرب

ہاتھ لہراتا سوئے کوئے نگار آیا ہوں
پیر اٹھاتا ہوا بر نغمہ تار آیا ہوں

حاصل عمر تری نیم نگاہی ہے اگر
بہر آں نیم نگہ، بدل زار آیا ہوں

جاں فزا موسم گل میں ہے ترے ہاتھ کا جام
سن کے میں بھی خبر جشن بہار آیا ہوں

مطرب عشق کو بلواؤ، سنیں نغمہ عشق
آج اسی کے لیے میں بادہ گسار آیا ہوں

مقتل عشق سے ہوتا ہوا میخانے تک
بہر دیدار رخ لالہ عذار آیا ہوں

جامہ زہد کیا چاک، بلا سے چھوٹا
اور چھوٹا تو پئے دیدن یار آیا ہوں

دیکھنے کیلئے، اے دوست! ترے رخ کی صفا
بہ "صفا" پشت، سوئے نگار آیا ہوں

نہاں خانہ اسرار

میکدہ کے در پہ از روئے نیاز آیا ہوں میں
پیش اصحاب صفا بہر نماز آیا ہوں میں

میں نہ جانوں کیا دروں پردۂ اسرار ہے
سنتا ہوں پیر مغاں ہے اہل راز، آیا ہوں میں

تیرے کوچہ میں حقارت سے میں دھتکارا گیا
کردیا دل سوختہ صحرا نے، باز آیا ہوں میں

صوفی خرقے میں ہے، زاہد اپنے سجادے پہ ہے
اور سوئے دیر مغاں نغمہ نواز آیا ہوں میں

اک دل غمگیں لیے از دیر تا مسجد گیا
ہاں لیے امید با سوز و گداز آیا ہوں میں

پرتو رخ کا ترے ہو دو جہاں میں غلغلہ
کرکے ہر ذرہ سے سو راز و نیاز آیا ہوں میں

آئینہ جاں

میں درِ میکدہ پر، بیچ کے جاں، آیا ہوں
اور ٹھکرا کے متاعِ دو جہاں آیا ہوں
جاں آئینۂ ہستی ہے خبر تھی مجھ کو
اور میں توڑ کے آئینۂ جاں آیا ہوں
رازِ ہستی مجھے سمجھا نہ سکا ملکِ شہود
بہ نہاں خانہ، پئے رازِ نہاں آیا ہوں
جلوۂ رخ ترا مقصود ہے بے منّتِ غیر
کی ہے طے راہ دراز اور یہاں آیا ہوں
بحرِ ظلمات میں اے خضر! مجھے راہ دکھا
میں پئے چشمۂ آبِ حیواں آیا ہوں
بند ہوتی ہے مری آنکھ، مجھے ہمّت دے
تیرے کوچہ میں بہ چشمِ نگراں آیا ہوں
شاد و خوشحال ہوا انجامِ سفر سے "ہندی"
میں درِ پیر پہ با بختِ جواں آیا ہوں

گنجِ نہاں

درِ میخانہ پہ جویائے اماں آیا ہوں
مکرِ صوفی سے میں گھبرا کے یہاں آیا ہوں

بند کر دے یہ درِ مدرسہ اے شیخ ! کہ میں
تیری باتوں سے بہت تنگ یہاں آیا ہوں

کھول اے پیر! سرِ خم کہ تری ڈیوڑھی پر
خوشدل و رقص کناں، دست فشاں آیا ہوں

تیرا غمزہ ہی جو کھولے تو کھلے دل کی گرہ
تیرے گھر با دلِ بے تاب و تواں آیا ہوں

خانۂ یار تو ہر جا ہے کہ ہر جا ہے وہ
کعبے کیوں، چھوڑ کے درگاہ بتاں، آیا ہوں

راز بتلا، یہ گرہ کھول، معما حل کر
دشتِ پرہول میں بے تاب و تواں آیا ہوں

"ہیچ" سے سوئے "ہمہ" کوچ ہے میری منزل
بوالہوس ہوں تو پئے گنجِ نہاں آیا ہوں

نیم غمزہ

در ساقی پہ پہروں صورت پروانہ پر مارے
مگر کب تک کوئی آخر در بستہ پہ سر مارے
اڑا دی نیند ہجر یار نے اور شب ہوئی آخر
مثال مرغ حق میں نے بھی نعرے رات بھر مارے
نہیں ہونا میسر گرچہ دیدار رخ دلبر
مگر میں نے تو پھر بھی چھان سب دیوار و در مارے
جدھر جاؤ گے دیکھو گے کہ ہر سو، اس کا جلوہ ہے
لیے تصویر اس کی، دیکھ سارے بام و در مارے
غم دلدار میں، میں نے، بحال مستی بادہ
دو ہتٹر سینہ و سر پر، طمانچے گال پر مارے
مرا سورج، مرا مہرو جو ہو کر بے نقاب آیا
تو میں نے خوب طعنے روئے مہر و ماہ پر مارے
جلایا اس طرح دل کو ترے اس نیم غمزہ نے
کہ انگارے ہی میں نے ملک شرق و غرب پر مارے

چشم بیمار

خال لب کا ترے اے دوست گرفتار ہوں میں
چشم بیمار کو دیکھا ہے تو بیمار ہوں میں
کوس انا الحق کا بجایا ہے کہ مثل منصور
اتنا بیخود ہوں، خریدار سردار ہوں میں
غم دلدار نے بھر دی وہ مری روح میں آگ
جاں سے بیزار ہوں اور شہرۂ بازار ہوں میں
وا رہے میرے لیے میکدہ کا در شب و روز
مسجد و مدرسہ دونوں ہی سے بیزار ہوں میں
جامہ زہد و ریا پھینک دیا اور پہنا
خرقہ پیر خرابات تو ہشیار ہوں میں
واعظ شہر کی باتوں نے ستایا جو مجھے
رند میخوار کا اب ہمدم و ہمکار ہوں میں
یاد بتخانہ کروں اب، کہ بت میکدہ نے
خواب سے مجھ کو جگایا ہے تو بیدار ہوں میں

شہرۂ شہر

دام سر گیسو میں گرفتار ہوا ہوں
میں شہرۂ ہر کوچہ و بازار ہوا ہوں

یہ در جو ہوا بند تو اس در پہ صدا دی
گھر بند ہوا داخل دیوار ہوا ہوں

اترا تھا نشہ سر سے مرے علم و عمل کا
تو نے جو دیا جام تو ہشیار ہوا ہوں

بیماری غم میں مجھے لذت عجب آئی
میں دیکھ کے آنکھیں تری بیمار ہوا ہوں

رستہ ترے کوچہ کا مجھے مل نہیں پایا
میں ہمدم پیر رہ دلدار ہوا ہوں

دامن میں جو کچھ جمع تھا، سب پھینک دیا ہے
با چشم خجل زائر خمّار ہوا ہوں

یادِ دوست

ہائے جس دن میں ترے غم میں گرفتار ہوا
خود فراموش ہوا، تیرا طرفدار ہوا
خمِ گیسو کی تمنا نے کمر خم کردی
پھر میں انگشت نمائے سرِ بازار ہوا
ہائے وہ رات کہ جو رات ترے ساتھ کٹی
جس کی حسرت لیے میں مونسِ خمار ہوا
دل پہ فرقت میں جو گزری ہے، سناؤں کس کو
زار و بیمار ہوا، کشتۂ آزار ہوا
یار ہے میکدے میں، آؤ سنیں دوست کی بات
طوطیٔ غافل ہے کہ میں محوِ رخِ یار ہوا
چشمِ بیمار میں تیری، تھی عجب کیفیّت
سارے عالم کو میں بھولا، ترا بیمار ہوا

آرزوئیں

میں نے سوچا تھا کہ ہو جاؤں میں آدم، نہ ہوا
رہوں میں بے خبر حال دو عالم، نہ ہوا

خم کروں سر کو در پیر خرابات پہ میں
تا کہ ہو جاؤں میں اس حلقہ کا محرم، نہ ہوا

گھر یہ محبوب کو دوں، "خود" سے میں ہجرت کر جاؤں
تا کہ اسماء کا ہو جاؤں کا ہو جاؤں معلّم، نہ ہوا

دوست کے ہاتھ سے شب بھر میں پیوں بادۂ عشق
دل میں لاؤں نہ غم کوثر و زمزم، نہ ہوا

بے خبر خود سے رہوں، والہ رخسار حبیب
اس طرح ہو کے رہوں روح مجسم، نہ ہوا

سر و پا گوش رہوں اور سر و پا ہوش رہوں
کہ رہوں تیرے دم گرم سے ملہم، نہ ہوا

راہ اک سوئے فنا مجھ کو صفا سے مل جائے
تا کہ کہلاؤں وفادار مسلّم، نہ ہوا

کعبہ دل سے ہر اک بت کو نکالوں باہر
تا رہوں دوست کی نظروں میں مکرم، نہ ہوا

دفن سب آرزوئیں ہو گئیں اے نفس خبیث!
میں نے چاہا تھا کہ ہو جاؤں میں آدم، نہ ہوا

فراق یار

میکدہ میں کبھی میں نے نہ ترا نام سنا   نزد عشاق نہ سرو قد رعنا دیکھا
گھر سے نکلا کہ کبھی ڈھونڈ نکالوں گا تجھے   مارا مارا ہی میں پھرتا رہا، آئی نہ صدا
ہوں رہا خود سے کہ دیکھوں میں رخ ماہ ترا
کیا کروں، میں نہ ہوا "میں" کے سلاسل سے رہا
مل گئی منزل مقصود حریفوں کو، مگر   ایک میں ہی تھا کہ بیچارہ رہا گھر میں پڑا
شمع رخ کا ترے پروانہ بنوں، حسرت ہے   رحم اے دوست! ملے دور سے مجھ کو مژدہ
مجھ پہ اے جان! ترے ہجر میں کیا کیا گزری
تو مری جاں میں ہے اور میں نے نہ دیکھا کیا کیا

کعبہ مقصود

ہر طرف تجھ کو پکارا، یہ صدا کیا آتی
کہیں بت تھے کہیں بتخانہ ہوا کیا آتی

غلغلہ ہے ترا آفاق میں، لیکن اک میں
گوش شنوا ہی نہ رکھتا تھا، صدا کیا آتی

بحر ذخار و خروشاں ہی سہی یہ دنیا
حلق تک میرے کوئی بوند بھلا کیا آتی

سب سوئے کعبہ گئے اور مری قسمت میں
کوئی شے گردش قسمت کے سوا کیا آتی

خرقہ کہنہ گئے چھوڑ کے غیر، اور مجھے
عقل اس خرقہ کو گھسنے کے سوا کیا آتی

پل سے دلباختہ سب پار ہوئے اور مجھے
کوئی تدبیر پلٹنے کے سوا کیا آتی

اڑ گئے سب تو قفس توڑ کے اور میں خود پر
تار تنتا رہا، اب اور بلا کیا آتی

گر چلا جاتا میں اس لانہ گندیدہ سے
لاج یاران حسد پیشہ کو کیا آتی

نسیم عشق

مرا رخ تو دیکھ دم بھر، نہیں رخ یہ گہربا ہے
کہ نگاہ میرے دل کی سوئے یار دلبربا ہے
مرے ہونٹ آشنائے مئے عشق ہو چکے ہیں
خم میکدہ سے میرا ازلی معاہدہ ہے
مجھے زہد و عقل سے دی ترے عشق نے رہائی
مجھے اب نہ شوق مسجد، نہ خیال مدرسہ ہے
بڑا حوصلہ دیا ہے مجھے بندگی مے نے
کہ ہر ایک شے سے تاباں مرا قلب باصفا ہے
یہ نسیم عشق! کہہ دے ذرا یار دلربا سے
مرا حال دل تو دیکھے، مرا درد بے دوا ہے
خم وساقی وسبو میں، ہیں ہزاروں راز مخفی
یہ پتہ ملا جہاں سے وہ حریم کبریا ہے
مرے دل میں جام جم ہے، نہ ہی مسند سلیماں
کہ مزاج خسروانہ مجھے حق سے مل گیا ہے

محرابِ عشق

جز خمِ ابروئے دلبر مری محراب نہیں
ہجرِ رخ کا ہے غم، اور کوئی تب و تاب نہیں

دل میں حسرت تھی کہ دیکھوں ترا خورشید جمال
خواب ہی میں، مگر آنکھوں میں مری خواب نہیں

سر ترے در پہ جھکے، جان تری یاد میں جائے
سر ہو یا جان، کوئی شے مجھے نایاب نہیں

رازِ دل کس سے کہوں آہ! کہ اک تیرے سوا
دوسرا واقفِ دردِ دلِ بیتاب نہیں

چاہیئے بادۂ جاں بخش کہ ہوں تشنۂ عشق
میں نے دریاؤں میں دیکھا ہے کہیں آب نہیں

ہے ترے عشق میں یہ میری پریشاں حالی
یاد اب مجھ کو ترے عشق کے آداب نہیں

سایہ عشق

ہو نہ جس میں عشق، میرے پاس وہ جاں ہی نہیں
درد عاشق کا سوائے دوست درماں ہی نہیں

دل میں بھر دیں عشق کی چنگاریاں، اچھا کیا
یاں سوائے عشق کچھ آغاز و پایاں ہی نہیں

میکدہ میں زور بازو سے میں لایا عشق کو
لاؤں اب ساماں کہ میرے پاس ساماں ہی نہیں

میں تو کیا، ہے فرش سے تا عرش عالم عشق کا
عشق کا سایہ ہوں، یاں کچھ فاش و پنہاں ہی نہیں

جو کہا وہ عشق نے اور جو کیا وہ عشق نے
کیا کہوں اور کیا کروں، میں اہل فرماں ہی نہیں

تیرے غمزہ نے ہلا دی ہر بنائے غیر عشق
غمزہ کر مجھ پر، مری جز عشق بنیاں ہی نہیں

در پہ سر رکھوں کہ دے دوں جان راہ عشق میں
کیا کہوں، جز عشق یاں کوئی سر و جاں ہی نہیں

میں ہوں عاشق، ماسوائے عشق کچھ رکھتا نہیں
عشق پر جز عشق کوئی اور برہاں ہی نہیں

جامہ دراں

دل میں حسرت ہے کہ پیمانہ ترے ہاتھ سے لوں
کہاں لے جاؤں یہ غم، کس سے میں یہ راز کہوں

جان پر، آرزوئے دید میں، کھیلا ہوں میں
آذر اسپند ہوں، پروانہ شمع رخ ہوں

اسکی فرقت سے ہوں اس کنج قفس میں بے جاں
لے جا یہ دام کہ آزاد میں پرواز کروں

خبث آلودہ یہ خرقہ، یہ مصلائے ریا
در میخانہ پہ، موقع ہو تو پرزے کردوں

ساغر عشق سے دے یار جو اک جرعہ مے
جان مستی میں الگ خرقہ ہستی سے کروں

ایک غمزہ تو دکھائے تو پلٹ آئے شباب
تو جو چاہے تو میں آفاق سے حد سے گزروں

بہار جاں

بہار آئی، شباب رفتہ کی جا کر خبر لے لوں
کنار یار پاؤں، زندگانی سے ثمر لے لوں
چمن میں لوٹ جاؤں، پھر گل و گلبن سے مل جاؤں
کنار بوستاں میں یار کا بانہوں میں سر لے لوں
خزاں آنے کا غم پل بھر نہ اپنے دل میں آنے دوں
کہ اس گلزار جاں میں اپنے گلرو کی خبر لے لوں
فراق وصل دلبر نے کیا بے بال و پر مجھ کو
بیاد وصل دلبر فصل گل میں بال و پر لے لوں
خزاں کا دور تھا، بیٹھا رہا میں اس خرابے میں
بہار آئی ہے، بہر وصل اب بار سفر لے لوں
سوئے عشاق مے ساقی جس ساغر سے چھلکائی
ادھر چھلکے تو میں ہاتھوں میں اپنے اس کا سر لے لوں

محفل رنداں

آئے گا وقت کہ خاک سر کو، ہم ہوں گے
یار دلدار کے آشفتہ رو، ہم ہوں گے

ساغر روح فزا دست کرم سے پاکر
غافل ہر دو جہاں، بستہ مو، ہم ہوں گے

تا دم باز پسیں اس کے قدم چومیں گے
سحر حشر تلک مست سبو، ہم ہوں گے

عشق کی شمع کے پروانے رہیں گے تا عمر
ہو گے صہبا زدہ، گم گشتہ رو ہم ہوں گے

آئے گا وقت کہ جب محفل رنداں میں کبھی
راز دار ہمہ اسرار مگو، ہم ہوں گے

پاس ہو گا نہ ہمارے جو ہمارا یوسف
مثل یعقوب دل آشفتہ بو، ہم ہوں گے

انتظار

میکدہ میں، میں کروں کیا جو نہ فریاد کروں
ہجر رخ میں ترے کس سے طلب داد کروں؟

اپنی محفل میں تو رندی نہیں داد و بیداد
کس سے لوں داد، کہاں شکوۂ بیداد کروں

غم، خوشی، جور و جفا جس نے عطا کی مجھ کو
با صفا اس کا ادا شکریہ داد کروں

تیرا عاشق ہوں، ترا عاشقِ رخ ہوں تو نہ کیوں
وصل و ہجراں کا تحمّل بہ دل شاد کروں

جورِ مجنوں گل وحشی! ترے غم میں سہہ لوں
میرے خسرو! میں سخن تیشہ فرہاد کروں

تو مرے ساتھ ہے اور مرتا ہوں میں تیرے بغیر
راز نو ہے یہ، اسے ہدیۂ استاد کروں

حادثے آتے ہیں اور سال گزر جاتے ہیں
انتظار فرج از نیمۂ خرداد کروں

بوئے نگار

نالہ کناں ہوں میں، غم دلدار ہے مجھے
دل فتنہ گاہ آہ شرر بار ہے مجھے

کہہ یار دلفریب سے جاکر، نقاب اٹھا
تیرے ہی ہجر رخ کا تو آزار ہے مجھے

مجمع میں گلرخوں کے چڑھاؤں گا دار پر
منصور کی فغاں، جو بہت بار ہے مجھے

دے بادہ میرے جام میں ساقی کہ ہجر یار
بار گراں ہے اک، کہ سر بار ہے مجھے

کہتے ہو، دوستوں پہ در دوست باز ہے
یہ تازہ آرزو نیا آزار ہے مجھے

سمجھا ہے کیا خرابہ پیر مغاں کو تو ؟
بستان یار وہ در و دیوار ہے مجھے

سالک! رہ سلوک میں پیچھے ہے کس کے تو
ہر کوۓ کوچہ جلوہ گہہ یار ہے مجھے

شب وصل

ہے آج سر مرا آغوش ماہ تاباں میں
ہو جو بھی کچھ ہو، مجھے کیا، جہان امکاں میں
پکڑ لے دامن خورشید کو ذرا اے صبح !
سر اپنا چاند نے رکھا ہے میرے داماں میں
پیے لبوں سے بہت جام ہائے آب حیات
لگی ہے آگ مگر اب بھی قلب حیراں میں
نہ جانے عشق میں کیا ہے کہ میں پریشاں ہوں
رکھا ہے لاکھ سر یار میرے داماں میں
یہ صبح ہجر کا غم ہے کہ نغمہ شب وصل
کہ بانگ صبح ہے میرے لب غزلخواں میں
شب وصال جو بڑھ کر ہزار سال بنے
ہزار باب کھلیں داستان جاناں میں
سنا کسی کو نہ "ہندی" فسانہ شب وصل
یہ خار بن کے نہ کھٹکے دل حریفاں میں

سرا پردۂ عشق

چاک داماں ہی سے فرقت کا کوئی چارہ کریں
اور کس طرح علاج دل صد پارہ کریں
درمیخانہ کرو وا کہ کوئی دم کے لیے   کچھ تو سامان سکون دل آوارہ کریں
درد دل دوستو! دل ہی میں چھپائے رکھو   کیوں نہ دل پیر خرابات کا بھی پارہ کریں
خم سلامت، تو نہ کیوں اس کا سہارا لے کر
پردۂ عشق میں ذرہ کو بھی خم پارہ کریں
پردۂ عشق سے اک روز نکل آئیں ہم   اس کے کوچہ کے مکینوں کو بھی آوارہ کریں
بت ہرجائی و بے نام ونشاں جلوہ دکھا   دل کو ہم سیلیوں سے ہمسر رخسارہ کریں

شمع وجود

وہ دن بھی آئے گا کہ ہم اس گھر سے جائیں گے
شاخ عدم پہ اپنا نشیمن بنائیں گے
شمع وجود یار سے دل کو لگائیں گے
پروانہ وار بال و پر اپنے جلائیں گے
منہ پھیر لیں گے خانقہ وصومعہ سے ہم
ساقی کے در پہ سر پۓ سجدہ جھکائیں گے
صوفی کے وعظ سے نہ ہمیں حال آ سکا
اب رخ کو سوۓ کوۓ صنم موڑ جائیں گے
گیسو یہ تیرے دام ہیں، دانہ ہے خال لب
آزاد دام و دانہ سے خود کو بنائیں گے
کب جائیں گے نہ جانے اب اس بتکدہ سے ہم
بیگانہ گھر سے پشت کب اپنی پھرائیں گے

خلوت عشاق

فرخ آں روز کہ اس قید سے آزاد ہوں میں
ہوں رہا دوری دلدار سے دلشاد ہوں میں
سر ہو میرا تیرے قدموں پہ بہ خلوت گہ عشق
لب ہوں تیرے لب شیریں پہ تو فرہاد ہوں میں
طے کروں راہ خرابات تو ہوجاؤں میں پیر
پیر رنداں کی عنایت سے دل آباد ہوں میں
وہ دن آئے کہ میں خلوت گہ عشاق میں جاؤں
طرب انگیز وطرب خیز وطرب زاد ہوں میں
راہ میخانہ ملی مجھ کو، نہ مسجد میں جگہ
یار دلدار سے کہہ، تشنہ ارشاد ہوں میں

شرحِ پریشانی

میں دردِ چاہتا ہوں، دوا چاہتا نہیں
ہوں جستجوئے غم میں، نوا چاہتا نہیں

عاشق ہوں میں ترا، ترا بیمارِ عشق ہوں
لیکن میں اس مرض سے شفا چاہتا نہیں

تیری جفا کو جان کے بدلے خرید لوں
ہرگز میں تجھ سے ترکِ جفا چاہتا نہیں

میری نظر میں عینِ وفا ہے تری جفا
بس اس لیے میں تجھ سے وفا چاہتا نہیں

"مروہ" مرا توہی ہے، توہی ہے مرا "صفا"
"مروہ" کو متصل بہ "صفا" چاہتا نہیں

صوفی تو وصلِ دوست سے اب تک ہے بے خبر
میں ایسے صوفیوں سے صفا چاہتا نہیں

توہی مری دعا ہے، توہی ذکر ہے مرا
میں کوئی ذکر و فکر و دعا چاہتا نہیں

قبلہ تو میرا تو ہے، میں جس سمت رخ کروں
قبلہ سے کہہ، میں قبلہ نما چاہتا نہیں

جس پر تری نظر ہو، وہ خود تجھ پہ ہو فدا
فدیہ کسی کا اپنی جگہ چاہتا نہیں

آفاق میں ہے گرچہ ترے رخ کی روشنی
میں ظاہری خطِ کفِ پا چاہتا نہیں

ہمّت پیر

عقدہ ہے دل میں، عقدہ کشا چاہتا ہوں میں
رکھتا ہوں دردِ روح، دوا چاہتا ہوں میں

دیکھا ہے طور کو، نہ تمنائے دید ہے
ہاں طورِ دل میں اک خطِ پا چاہتا ہوں میں

میں صوفیٔ صفیٔ رہِ عشق تو نہیں
ہمّت سے پیرِ رہ کی، صفا چاہتا ہوں میں

درویش سے نہ دوست وفا کر سکے اگر
پھر بات صاف ہے کہ جفا چاہتا ہوں میں

اے دلبرِ جمال! اٹھا چہرے سے نقاب
تاریکیوں میں راہنما چاہتا ہوں میں

اے صیدِ ذات! نرغۂ پندار سے نکل
ہو جانا قیدِ خود سے رہا چاہتا ہوں میں

تو میری روح میں ہے، پر آتا نہیں نظر
کنزِ عیاں میں کنزِ خفا چاہتا ہوں میں

میں ڈوبتا ہوں، بند کرو یہ کتابِ عشق
اک دستِ ناخدا بخدا چاہتا ہوں میں

جام جاں

دل میں ٹھانی تھی رہ دوست میں یہ جاں دے دوں
جاں کہاں اپنی، ہو اپنی تو چلو ہاں دے دوں

جام مے لاکہ کنار بت دلدار ملے
کہ اسی سے ثمن یوسف کنعاں دے دوں

ہو رہوں خادم درگاہ بت بادہ فروش
میں امیران دو عالم کو جو فرماں دے دوں

اس کے غم میں جو پریشانی جاں ہے، مت پوچھ
سر و جاں کو بھی پئے زلف پریشاں دے دوں

تیرے سو روضہ رضواں کے عوض بھی زاہد!
میں بھلا اس کا خم گیسوئے پیچاں دے دوں

شیخ محراب! تو اور وعدۂ گلزار بہشت؟
غمزۂ دوست کو اور اس قدر ارزاں دے دوں

صاحب درد

زادۂ عشق، فزا ئیندۂ آزاد ہیں ہم
با صف معتکفاں بر سر پیکار ہیں ہم

عہد و پیماں نہ کوئی ہم نے حریفوں سے کیا
گم شدوں سے کوئی سازش ہو تو بیزار ہیں ہم

آتش عشق میں ہم کود پڑے مثلِ خلیلؑ
مقتلِ عشق میں فرزانہ و ہشیار ہیں ہم

مست و بیہوش ہیں ہم مجمعِ میخواراں میں
بتکدے میں ہوں تو مردانِ وفادار ہیں ہم

زرد ہیں جرگہ زالو، صفتاں میں ہم لوگ
بزمِ دل باختگاں میں گُلِ گلزار ہیں ہم

صفِ آشفتہ دلاں میں ہوں تو ہیں زار و نزار
حوزۂ اہلِ نظر میں ہوں تو یخ سار ہیں ہم

بیر ہے صوفی و درویش و قلندر سے ہمیں
راہ گم گشتہ جو مل جائیں تو ہمکار ہیں ہم

حال دل اپنا کسی سے نہیں کہتے ہم لوگ
خانہ بر دوش ہیں، سب صاحبِ آزار ہیں ہم

کعبہ دل

جب تک اپنی ہستی ہے اس دنیا سے ناتا ہے
ہم نے سب دلبر کے سوا دل کے باہر پھینکا ہے

قافلے والو! لوٹ آؤ واپس راہ کعبہ سے
ہم نے یار کو مستی میں گھر کے باہر دیکھا ہے

کہتے ہو لبیک یہ کیوں؟ قافلے والو! غافل ہو
خود اس کی لبیک کا رس جام مے سے ٹپکا ہے

جب تک پردہ باقی ہے اے صوفی محجوب ہے تو
ہم نے خودی کے پردہ کو نیستی میں دے مارا ہے

پردہ دار کعبہ آ، پردہ ہٹا دے کعبہ سے
ہم نے دل کے کعبہ سے ہر پردہ کو ہٹایا ہے

ساقی! ساغر غیروں کا کردے صہبا سے لبریز
ہم نے عشق کی صہبا کو دست یار سے چکھا ہے

سرِ عشق

کس کے دل بستہ ہیں یہ حیلہ گراں، کیا جانیں
ہم پریشانی صاحب نظراں کیا جانیں

ہم کو ناراستی ہوشوراں کیا معلوم
ہم کو کیا درد ہے، یہ ہوشوراں کیا جانیں

ہم ہیں خود بے خبر خبراں، کیا کیجے
عاشق رخ ہیں دو عالم میں کہاں، کیا جانیں

عشق کی پردہ دری پردہ دروں سے نہ ہوئی
کتنے رسوا ہوئے یہ پردہ دراں، کیا جانیں

ہم نہیں جانتے جب راہنماؤں کا پتہ
راز بیہوشی خود باختگاں کیا جانیں

تیرے ہی ہاتھ سے جب تک نہ ملے ساغرِ مے
ہم پریشانی و عیش دگراں کیا جانیں

محرم راز

ترے روئے ماہ کے ہجر میں ہم اسیر سوز و گداز ہیں
کبھی صید سوز و گداز ہیں، کبھی محو نغمہ و ساز ہیں

شب ہجر ہے کہ دراز تر، غم عشق ہے کہ شدید تر
ترا ناز سارے جہان پر، ہم اسیر طوق نیاز ہیں

کسی روز رخ سے نقاب اٹھا، کسی روز گیسوؤ رخ دکھا
لیے جان و سر کو ہتھیلی پر ترے در پہ اہل نیاز ہیں

کرے تو جو وعدۂ دید ہی رہے وجد تا پس مرگ بھی
ہمیں جو بھی دیکھے وہ جان لے کہ یہ محو ساز و نواز ہیں

ترے کوچہ ہی میں پناہ ہے کبھی دل نے یہ بھی کہا نہیں
کبھی راہی رہ بتکدہ، کبھی رو، براہ حجاز ہیں

اسی خم سے ساقی دلستاں جو نہاں ہے دیدۂ غیر سے
ملے کوئی جام ہمیں بھی تو ارے ہم بھی محرم راز ہیں

جام ازل

ہم عشق زادہ و متنبائے جام ہیں   جاں بازی و خیال بتاں میں تمام ہیں
دلدادہ میکدہ کے ہیں، جاں باز نوش بھی   پیر مغاں کے در کے قدیمی غلام ہیں
ہمخواب یار ہو کے تبہ ہجر یار میں   غرق وصال ہو کے بہ ہجراں مدام ہیں
بے رنگ و بے نوا بھی ہیں، قیدی رنگ بھی   ہم بے نشاں ہیں پھر بھی طلبگار نام ہیں
درویش سے بھی، صوفی و عارف سے بھی ہے جنگ
پرخاش دار حکمت و علم کلام ہیں
ممنوع مدرسہ بھی ہیں، مخلوق سے بھی دور   مہجور اہل ہوش، طرید عوام ہیں
روز ازل سے ہستی و ہستی طلب سے دور   ہمگام نیستی ہیں، فنا میں تمام ہیں

بار یار

در بند ہے میخانے کا، میں حیراں ہوں
بہتر ہے کہ خمّار سے غم اپنا کہوں

میں شیفتہ ساقی و پیمانہ عشق
میں عاشق دلدادۂ روئے میگوں

جلتا ہوں غم شمع میں پروانہ صفت
دیوانہ ہوں اور بادیہ پیمائے جنوں

رازِ دلِ غمدیدہ یہاں کون سنے ؟
صہبائے ازل کا میں جگر تشنہ ہوں

لے جا یہ کتاب ایک طرف، ساغر لا
جو کچھ کہ کتابوں میں نہیں ہے، ڈھونڈوں

سلجھائے مرے پیچ و خم زلف کو یار
اس پیچ و خم علم سے باہر نکلوں

وادی ایمن

میں صحرا میں اہل نظر ڈھونڈتا ہوں
ہوں گم کردہ رہ، راہبر ڈھونڈتا ہوں

نشاں کچھ نہ اوراق عرفاں سے پایا
میں رندوں کے گھر کی خبر ڈھونڈتا ہوں

ثمر بخش سجادہ، خرقہ، نہ مسند
گلستان رخ کا ثمر ڈھونڈتا ہوں

میں وادی ایمن میں ایمن نہیں ہوں
بہ وادی ایمن شجر ڈھونڈتا ہوں

میں چھوڑ آیا بت خانہ و جام و مسجد
رہ عشق میں رہ گزر ڈھونڈتا ہوں

میں سوئے "ہمہ" "ہیچ" سے جا رہا ہوں
ہوں لغزاں، کوئی ہمسفر ڈھونڈتا ہوں

رہ عشق ہے پر خطر، پر خطر ہو
ہوں عاشق رہ پر خطر ڈھونڈتا ہوں

ہوا آ کے اس دیر کہنہ میں بے پر
سفر میں نئے بال و پر ڈھونڈتا ہوں

بت یکدانہ

تمنّا ہے کسی دن عاکفِ میخانہ ہوجائیں
رہا ہوں عقل سے اور بیخود و دیوانہ ہوجائیں

شکستہ کر کے پھینکیں حکمت و عرفاں کا آئینہ
یہ بت خانہ ہے، بت خانہ سے ہم بیگانہ ہوجائیں

نہ دیکھیں مڑ کے سوئے خانقاہ و مکتب و مسجد
خودی کو مڑ کے ٹھوکر ماردیں، فرزانہ ہوجائیں

خودی کو ترک کردیں اور سوئے دلبر چلے جائیں
لگائیں تو اسی کی شمع سے پروانہ ہوجائیں

ہزاروں قید چھوڑیں، سینکڑوں دانوں سے منہ موڑیں
تو ممکن ہے کہ شیدائے بت یکدانہ ہوجائیں

نکالیں سر سے سودائے خرد، پہچان لیں خود کو
کسی دن ہوشیار بادۂ مستانہ ہوجائیں

مئے چارہ ساز

ساقی مرے لیے در میخانہ باز کر
زہد و ریا و درس سے اب بے نیاز کر

اک تار تیری زلف کا کافی ہے راہ میں
اس طرح مجھ کو فارغ درس و نماز کر

دے جام، نغمہ ریز ہو داودؑ کی طرح
آزاد درد جاہ و نشیب و فراز کر

کر بے نقاب مجھ پہ رخ و زلف یار کو
اور بے نیاز کعبہ و ملک حجاز کر

لبریز کر کے لا مئے صافی سے میرا جام
دل کو صفا سے سوئے بت ترکتاز کر

چارہ نہیں ہے مجھ کو غم ہجر دوست سے
مجکو حلیف جام مئے چارہ ساز کر

رازکشائی

بس، بہت ہوچکی یہ یاوہ سرائی، بس کر
خود ستائی و خود انگشت نمائی، بس کر

لب اظہار نہیں کھولتے اہل اخلاص
تو بھی اب چھوڑ یہ ملبوس ریائی، بس کر

یاد رکھ، تیری خطا کاریاں حق جانتا ہے
حیلہ گر! چھوڑ دے یہ زہد نمائی، بس کر

حق غنی ہے تو در حق پہ لگا دے بستر
ہوچکی در پہ گداؤں کے گدائی، بس کر

بے خدا کتنی شب و روز عبادت کی ہے؟
مان لی کتنی خداؤں کی خدائی، بس کر

کرچکا شرک تری روح میں اپنا مسکن
بس کر اب دعوی توحید نمائی، بس کر

دل شیطاں زدہ اور عشق خدا، کیا مطلب؟
ہم سمجھتے ہیں تری راہنمائی، بس کر

معصیت ایسی عبادت سے کہیں بہتر ہے
میری جان! چھوڑ دے اب شرک فزائی، بس کر

خیل ابلیس سے نسبت نہیں اہل اللہ کو
اے قلم! خوب ہے یہ رازکشائی، بس کر

بادۂ حضور

اس کے دیدار کی حسرت میں ہوں، غمخواری کر
پیر رہ! تھام مرا ہاتھ، مدد گاری کر

تیرے کوچہ سے میں ہرگز نہ پھروں گا مایوس
غمزدوں کی، کسی غمزہ سے مدد گاری کر

اپنے میخانہ سے اک جرعہ مے دے مجھ کو
ہوش کھودے مرے، آمادۂ ہشیاری کر

نہیں ممکن تو نہ کر لطف، نہ دے مجھ کو پناہ
عشوۂ و ناز سے آغاز ستمگاری کر

تیرا بیمار، ترا عاشق افتادہ ہوں
نگہ لطف سے بیمار کی غمخواری کر

تو ہے سجادے پہ اور جام مرے ہاتھ میں ہے
کچھ تو اس مے زدۂ زار کی دلداری کر

پھیر لی ہے نگہ لطف تو چل یونہی سہی
تو کہ قہّار دو عالم ہے، دل آزاری کر

ساحل وجود

تیرا عاشق ہوں، نہیں ہاتھ آئے گا اب دل مرا
تیرا رخ ہی حل کرے گا عقدۂ مشکل مرا

تیرے کوچہ کی محبت ہے مری تخلیق میں
تیرے عشق رخ سے مخلوط آب و گل مرا

ذکر بس تیرے گل رخ کا ہے میری بزم میں
تیرا شوق وصل ہے بس مقصد و حاصل مرا

چاک کردے یہ حجاب نور میرے اپنے بیچ
جلوۂ رخ سے ترے روشن ہو صحن دل مرا

جلوہ کر یار عزیزم! میرے کوہ قلب پر
زندہ کر موسیٰ کی صورت سے دل غافل مرا

دو جہاں کے ہر افق پر اس کا رخ ہے جلوہ گر
تاکہ کردے ہر نصاب زندگی باطل مرا

موج دریا ہے یہ عالم، ساحل و دریا نہیں
قطرہ اک، تیرے نم دریا کا ہے ساحل مرا

عالم شمس و قمر سے ہو گئے یکسو، خلیل
اس کا جلوہ ہیں، نہ کچھ نظارۂ آفل مرا

ساغرِ فنا

جب تک جہاں میں جلوہ ہے تیرے نقشِ پا کا
جب تک ہے آسماں میں نغمہ تری ندا کا
جب تک کہ جم و مے ہی جبتک ہے عشق و مستی
جب تک ہے دیر و مسجد مرکز تری انا کا
باتوں کا تیری جبتک ہے رنگ اس جہاں میں
جب تک ہے عطر افشاں جھونکا تری ہوا کا
جب تک کہ بولیوں میں شامل ہے تیری بولی
جب تک چھڑا ہے سازِ رنگیں تری نوا کا
نَے عشق معتبر ہے، نَے عاشقی مؤثق
جب تک نہ تو بنا لے خود کو ہدف فنا کا

بادۂ عشق

میں خراباتی ہوں، مجھ سے سخن یار نہ مانگ
گنگ ہوں، گنگ پراگندہ سے گفتار نہ مانگ

میں ہوں زندانی مجبوری و نابینائی
ایسے مجبور سے بینائی و دیدار نہ مانگ

چشم بیمار نے تیری مجھے بیمار کیا
مجھ سے شیریں لبی و دیدۂ ہشیار نہ مانگ

ہم نشیں گر ہے قلندر کا تو ہرگز اس سے
حکمت و فلسفہ و آیت واخبار نہ مانگ

میں ترے عشق میں سرمست ہوا ہوں، مجھ سے
پند مردان جہاں دیدۂ و ہشیار نہ مانگ

کعبہ درزنجیر

شیخ ہے راہ کا کانٹا، کہو گلزار سے جائے
رند بدمست مرے جادۂ ہموار سے جائے

خود ہے بے راہ تو کیا راہ بتائے گا مجھے — سامنے سے، کہو اس صوفی غدار سے، جائے
یہ گرفتار ہوائے خودی و دیر نشیں — محفل شیفتگان رخ دلدار سے جائے
یہ قلندر منش و خرقہ بدوش مغرور — شرک آلودہ ہے، توحید کے دربار سے جائے
خانہ کعبہ کی خدمت سے تجھے کیا سروکار — کہہ دو اس خادم شیطانی و مکار سے، جائے
اس کلیسا سے تو خود چیں بہ جبیں ہیں عیسیٰ — تجھ کو لازم ہے کہ اس بزم جفاکار سے جائے

روک دے نوک قلم سے کف تنقید پلید
یہ قلم ورنہ ترے دست دل آزار سے جائے

شمس کامل

جلد صف بستہ ہو رندو! رہبر دل آگیا
دیدۂ دل دید کو منزل بہ منزل آگیا

شاخِ گل پر پرفشاں بلبل ہے اس کے شوق میں
گل بھی اس کے ہجر رخ میں ہو کے بسمل آگیا

صاعقہ پھر گرنے والا ہے، یہ کہہ دو طور سے
موسیٰ عمراں پئے ابطال باطل آگیا

شپّرہ چشمان تیرہ دل کو دے دو آگہی
کوہساروں کے عقب سے شمس کامل آگیا

اہرمن والوں سے کہہ دو، فصل گل کو بھول جائیں
بن کے، عہد زندگی، زہر ہلاہل آگیا

عرشہ چرخ چہارم سے دم عیسیٰؑ کے ساتھ
دلبر مشکل کشا، حلال مشکل آگیا

غم نہ کر اے غرق دریائے مصیبت غم نہ کر
نوحؑ دوراں لے کے کشتی، بن کے ساحل آگیا

عطر یار

ہم نے سمجھا نہیں، کس غم سے ہیں کشتہ ہم لوگ
یعنی اس کے رخ زیبا کے ہیں شیدا ہم لوگ

بے نیاز دو جہاں ہو کے بھی سمجھا نہ، کہ ہیں
اس کے غمزہ کے لیے بادیہ پیما ہم لوگ

رہتے آئے ہیں در میکدۂ عشق پہ ہم
مست اس طرفہ سبو سے ہیں ہمیشہ ہم لوگ

عطر اس کا ہے کہ محسوس کیا کرتے ہیں
طرفہ خوشبو سے دماغ اپنا مہکتا ہم لوگ

جز رخ یار نہیں کوئی جمال اور نہ جمیل
غم عشق اس کا ہے، ساکت ہیں کہ گویا ہم لوگ

ہم نے سمجھے کہ یہ سرگشتگی و حیرانی
اس لیے ہے کہ ہیں خود بر سر جلوہ ہم لوگ

دریائے ہستی

دل میں درد عشق ہے، یارب کوئی درماں نہ ہو
میں سر و ساماں نہ ڈھونڈوں گر سر و ساماں نہ ہو

زادۂ اسماء کو کیا جنّت الماویٰ سے کام
غمزۂ جنّت میں کھو جاؤں اگر شیطاں نہ ہو

ملک ہستی سے گزر، پیش از ملک پرواز کر
ابن آدم ہے تو کیوں پیش از ملک پراں نہ ہو

حکمرانی چاہیے یوسفؑ! تو نکلو چاہ سے
چاہے جتنی یہ مہم دشوار ہو آساں نہ ہو

جام لے ساقی سے بڑھ کر، زندگی سے رخ کو موڑ
ثمرۂ ہستی وہ لے گا جس کو فکر جاں نہ ہو

میں ہوں وہ عاشق کہ میں ہی جانتا ہوں درد عشق
غرق ہوں اور نوحؑ جیسا میرا پشتیباں نہ ہو

بارِ امانت

میں غم چاہتا ہوں، تو غم خوار ہو جا
میں ہوں اہلِ دل، تو دل آزار ہو جا

نہ سمجھوں میں دنیا کو اک جو برابر
مگر تو مرا یار دلدار ہو جا

میں خود جھوم کر تختہ دار چوموں
مگر تو بنائے سردار ہو جا

میں بیماریٔ عشق دل میں بسالوں
مسیحائے دل گر تو اے یار ہو جا

میں ہو جاؤں گا خود علمدارِ ہستی
بشرطیکہ تو میرا سردار ہو جا

مرا دل ہے قوسین سے بھی کچھ آگے
کہ تو آفتابِ شبِ تار ہو جا

مرا دل اٹھا لے گا بارِ امانت
امینِ اماناتِ اسرار ہو جا

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

کاروان عشق

تغافل کیش! تو حال دل تفتہ کو کیا جانے
خطا کاری ہماری تجھ سے بے پروا کو کیا جانے
یہاں سے مست عشق آگے گئے اور بے خبر ہے تو
" رحیل راہی لا جانب الا " کو کیا جانے
تو کیا سمجھے تہی داماں بھی ہیں ہم جور پیشہ بھی
سبکباری فرض عاشق والا کو کیا جانے
نکل آئے خودی سے سب تلاش یار دلبر میں
تو پابند قفس منزل گہ عنقا کو کیا جانے
قفس کو توڑ دے اٹھ کر، شکستہ کر دے زنجیریں
اسیر لا بشر کی منزل اعلیٰ کو کیا جانے
بس اک دعوای لاحاصل ہے تجھ کو آدمیّت کا
اسیر لفظ! تو الفاظ کے معنیٰ کو کیا جانے

گلزارِ جاں

غمِ دل کس سے کہوں اور کہ غمخوار ہے تو
مجھ سے پھر جائے جہاں پھر بھی مرا یار ہے تو

دل کسی کو نہ دوں اور رخ کسی در کا نہ کروں
جب مرا خواب ہے، جب میرا مددگار ہے تو

راہیِ کوچہ ترا قافلہ سالار بغیر
مجھ کو کیا غم ہے کہ خود قافلہ سالار ہے تو

رخ چمن کا نہ کروں اور نہ میں گلزار میں جاؤں
تو چمن زار ہے میرا، مرا گلزار ہے تو

درد رکھتا ہوں مگر ہے کوئی پرساں نہ طبیب
شاد دل ہوں کہ مسیحا ہے، پرستار ہے تو

عاشقِ سوختہ ہوں، کوئی مددگار نہیں
میرا دلدار ہے تو، میرا مددگار ہے تو

محرم دل

غم دل تجھ کو سناتا ہوں کہ غم خوار ہے تو
غم ہو، شادی ہو کہ اندوہ والم، یار ہے تو

میرا محبوب ہے کوئی تو گل رخ تیرا
جلوۂ رخ مجھ دکھلا، مرا غم خوار ہے تو

چشم بیمار نے تیری مجھے بیمار کیا
آ ان آنکھوں میں، مسیحائے دل زار ہے تو

کون محرم ہے جو مرہم مرے دل پر رکھے
ایک تو ہے کہ مرا محرم اسرار ہے تو

پاس کس کے ترے غمزے کی شکایت لے جاؤں
کس سے بتلاؤں کہ سر چشمہ آزار ہے تو

کھول دے پیچ و خم زلف کو، دست افشاں ہو
بہ خدا یار ہے تو، یار ہے تو، یار ہے تو

محراب اندیشہ

آگے بڑھ انفس و آفاق سے اور جاں ہو جا
بلکہ جاں سے بھی گزر، در خور جاناں ہو جا

مفت ہاتھ آتا نہیں طرۂ گیسو اس کا
سر و پا پیش کر اس راہ میں، چوگاں ہو جا

اس کے ابرو کی جو محراب میں پڑھنا ہے نماز
صدیاں در کار ہیں، اس راہ میں گرداں ہو جا

خال لب کے لیے پیمانہ غم کر لبریز
تیز کر درد کو، بیگانہ درماں ہو جا

چشم ساقی کی ہوس ہے تو بہک جا تو بھی
ہاتھ لہرا کے شریک صف مستاں ہو جا

بے فنا ملتی نہیں ہے کہ رہ عشق ہے یہ
شوق دلدار میں پروانہ ہو، بریاں ہو جا

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینیؒ

غمزۂ دوست

تیرے کوچہ سے میں جاؤں بھی تو جاؤں کس جا
میرے سر میں تو ہے سودا تری خاک در کا
دیر و بت خانہ میں اور میکدۂ و مسجد میں
سر جھکایا کہ تو شاید ہو کہیں جلوہ نما
مدرسہ ہی مرے کام آیا نہ کچھ صحبت شیخ
دل کی کھل جائے گرہ تو جو دکھا دے غمزہ
" ما وَ من" صوفی و درویش کے ہتھکنڈے ہیں
پاک کر جلوہ سے دل، صاف ہو زنگ "من و ما"
نیستی ہی میں جو ہستی ہے، تو میں نیست نہیں
کچھ نہ کچھ ہوں تو اسی " کچھ " میں دکھا دے جلوہ
محفلیں اہل دل و حال و طرب کی دیکھیں
کوئی نغمہ نہ سنا شاہد بزم آرا کا
معتکف در پہ ہوں اس پردہ نشیں کے شب و روز
ایک غمزہ سے جو قطرے کو بنا دے دریا

خلوت مستاں

ہم نے کچھ حلقہ درویش میں دیکھی نہ صفا
صومعہ میں گئے، آئی نہ مگر ایک ندا
مدرسہ میں بھی کتابوں میں نہ تھا دوست کا ذکر
مِئذنہ پر بھی گئے اور نہ سنی اس کی صدا

جمع کیں خوب کتابیں، نہ ہوا پردہ چاک
بزم تدریس میں بیٹھے رہے، رستہ نہ ملا
بتکدہ میں بھی بہت عمر کو برباد کیا
اور محفل میں حریفوں کی مرض تھا نہ دوا

جاؤں اب جرگہ عشاق میں بلکہ پاؤں
باغ دلبر کی ہوا، اور نشان کف پا
"ما و من" عقل کی ڈھالی ہوئی زنجیریں ہیں
ورنہ عشاق کی محفل میں تو "من" اور نہ "ما"

رباعی

دل خواب

تری نگاہ کہاں چشم آفتاب کہاں
کسی کی یاد کہاں، قلب محو خواب کہاں
نہ خاک میں ملکوتیّت آ سکے گی کبھی
خدائے پاک کہاں، پیکر تراب کہاں

در وصل

اے دوست! یہ حال دل بیمار تو دیکھ
خار ستم و دیدۂ خونبار تو دیکھ
دیدار کا در، بند رہے گا کب تک ؟
آزار نہ دے، حال دل زار تو دیکھ

طفلِ طریق

اے پیرِ طریق! دستگیری کرنا
اس راہ میں ہم طفل ہیں، پیری کرنا
ہم ہوگئے پیر اور رستہ نہ ملا
گم کردہ رہوں کی تو امیری کرنا

بادۂ الست

ہشیار ہوں، مجھ کو مست کردے ساقی
سرمست مئے الست کردے ساقی
میں کیا ہوں، مجھے خود اپنی آنکھوں سے دکھا
ہمراز حجابِ ہست کردے ساقی

صد حیف

تو، اور رہ کوچہ دلبر؟ صد حیف
دیدار رخ حضرت داور؟ صد حیف
یہ دشت نوردی ترے امکاں میں کہاں؟
یاں گر گئے جبریلؑ کے شہپر، صد حیف

جمہوری اسلامی

روشنی جمہوری اسلام کی جاوید ہے
زندگی سے دشمن اسلام نا امید ہے
ظالموں سے یہ جہاں جس روز ہوجائے گا پاک
وہ ہمارے اور مظلوموں کے حق میں عید ہے

فریاد

بے تیرے، دکھے دل کی خبر لے گا کون؟
میں ہوں، تو مرے کوچہ میں گھر لے گا کون؟
جو دل پہ گزرتی ہے، سناؤں کس کو
فریاد نہانی کا اثر لے گا کون؟

چراغِ فطرت

تو اہل نظر بن کے نہ سو جائے کہیں
ایسا نہ ہو، فلسفہ میں کھو جائے کہیں
لازم ہے کہ ہشیار ہو، بیدار رہے
فطرت کا چراغ گل نہ ہو جائے کہیں

حسرت

پابندی خانقہ، ہوس ہے میری
بربادی سجدہ ہا، ہوس ہے میری
کعبہ گئے سب، اور مجھے حسرت آئی
یہ میرا گنہ کدہ، ہوس ہے میری

ہماری جمہوریت

جمہوریت ہماری اسلام کا نشاں ہے
فکر خبیث اہل فتنہ کی، رائیگاں ہے
اپنے ہی دام میں خود صدام پھنس گیا ہے
ملت ہماری سوئے منزل رواں دواں ہے

ما عرفناک

میرے اک شاگرد نے مجھ سے دفترِ عرفانی مانگا ہے
مورچہ ناچیز سے یعنی، تختِ سلیمانی مانگا ہے
گویا اس نے نہیں سنا ہے حدیث حق معرفتک کو
کیونکہ اس سے روحِ امیں نے نفخۂ رحمانی مانگا ہے

تشنہ جواب

ہے دو جہاں میں جو بھی کچھ وہ تیرے رخ کی تاب ہے
جو دامن نظر بھرے وہ صرف تیرا باب ہے
شب فراق جا چکی، طلوع فجر کیوں نہیں؟
کہ میرے دل کا ہر سوال، تشنہ جواب ہے

پرچم

عید کا یہ روز، روز عید حزب اللہ ہے
دشمن اپنی ساری ناکامی سے خود آگاہ ہے
پرچم جمہوری اسلام جھک سکتا نہیں
کیونکہ اس پر نقش اسم اعظم اللہ ہے

درّ یتیم

فاطمی میں نور فطرت حق کا ظہور ہے
پیراستہ بہ قید حجاب شعور ہے
نکلا ہے پاک جس سے یہ درّ یتیم عقل
"سلطانی" اور "صدر" کا دریائے نور ہے

طوطے کی رٹ

فاطمی کا جو جامعہ سے اک رشتہ ہے
کچھ لفظ ہیں، آپس میں جنھیں جوڑا ہے
طوطے کی طرح رٹ کے دو اک جملوں کو
سوداگر ذات پاک نا یافتہ ہے

مہمان

ہر ذرّہ تیرا مہماں، اور میزبان تو ہے
ہر زخم دل میں پنہاں تیری ہی آرزو ہے
وہ کون سا بشر ہے، جویا نہیں جو تیرا
ہر جستجو میں پنہاں تیری ہی جستجو ہے

ایمان

وہ جس کی جگہ ہے نہ فلک پر، نہ زمین پر
کرسی پہ ہے وہ اور نہ وہ عرش بریں پر
ایماں کا نہیں اس کے سوا دوسرا مفہوم
جلوہ وہ دکھاتا ہے دل اہل یقیں پر

عشق

جس میں نہیں تیری یاد، وہ دل کیا ہے؟
تڑپے نہ ترے لیے تو جز گل، کیا ہے؟
تجھ تک نہ ملے جانے کا رستہ جس کو
اس شخص کی زندگی کا حاصل کیا ہے؟

شیریں

بزم یاراں صرف تیرے ذکر سے آباد ہے
جس کو تو آزاد کردے بس وہی آزاد ہے
کوئی شیریں لب ہو، شیریں خط ہو یا شیریں مقال
پا کے سب کچھ، جس کو بھی دیکھو، ترا فرہاد ہے

افسوس

افسوس کہ ہنگام عبادت تو گیا
باقی ہیں گناہ، وقت طاعت تو گیا
کل یوم جزا، توبہ جب آئے گی یاد
کہہ دیں گے ملک وقت ندامت تو گیا

گمان

سب عمر شباب این و آں میں گزری
اک پل بھی نہ چین سے جہاں میں گزری
مطلوب جہاں پردے کا پردے میں رہا
دیکھا ؟ کہ یہ زندگی گماں میں گزری

ہستی دوست

جز ہستی دوست، یہ جہاں کچھ بھی نہیں
بازار عدم میں روح و جاں کچھ بھی نہیں
" درخانہ اگر کسی است، یک حرف بس است [1]"
اک اس کے سوا کون و مکاں کچھ بھی نہیں

۱۔ اک حرف ہے کافی، کوئی گھر میں ہے اگر ۔

ناممکن

ہے، فلسفہ سے کوچہ جاناں کو دیکھنا
ویراں نظر سے چہرۂ جاناں کو دیکھنا
کر ترک فلسفہ کو، کہ پرواز عقل سے
ممکن نہیں ہے جلوۂ جاناں کو دیکھنا

طریق

تو راہی راہ ملکوتی ہے اگر
چاہا ہے مقام جبروتی سے گزر
بینائی نہیں ہے، چاہ ناسوتی سے
رہبر کے بغیر سوئے لاہوت سفر

فنا

طے عشق و صفا کا راستہ کرنا ہے
جو عہد کیا ہے، وہ وفا کرنا ہے
ہے شوق وصال گر، تو پھر چھوڑ خودی
خود کو، رہ دوست میں، فنا کرنا ہے

حذر

اے دوست! سوئے دوست سفر لازم ہے
پندار خودی سے در گزر لازم ہے
جس علم میں ہو بوئے خودی، دیو ہے وہ
رستہ میں ہو شیطاں تو حذر لازم ہے

سفر

اپنی ہستی سے آگے گزر چاہیے
اس خباثت سے صرف نظر چاہیے
گر تجھے شوق دیدار محبوب ہے
اجنبی بستیوں سے سفر چاہیے

حجاب اکبر

ہے فلسفہ، فاطی کی نظر میں، مقبول
اور علم دگر پہ حملے کرنا معمول
ڈرتا ہوں، کہ یہ حجاب ہے سب سے بڑا
ہو جائے وجود ہی نہ اس کا مجہول

راستہ

در کھول! کچھ نشانِ رخِ پُر ضیا ملے
کچھ رازِ طرہ و خمِ زلفِ دوتا ملے
طومارِ علم و فلسفہ رکھ دے لپیٹ کے
اے دوست اک نظر! کہ ترا راستہ ملے

پتہ

فاطمؓ گلِ بوستانِ احمدؐ ہو گی
دختر ہے، دلآرامِ محمدؐ ہو گی
"سلطانی" و "صدر" کے پتہ سے مری بات
تائیدِ الٰہی سے مؤید ہو گی

عید

یہ عید سعید، عید اسعد ہو گی
یہ قوم بہ ظل لطف احمد ہو گی
جب پرچم جمہوری اسلامی پر
منہ بولتی تصویر محمد ہو گی

عارف

جس کو یہ گمان ہے کہ عارف ہے وہ
غواص سمندر معارف ہے وہ
آنکھوں سے کسی روز جو اٹھ جائیں حجاب
سمجھے گا کہ "سر بہ مہر واقف" ہے وہ

قبلہ

ابروئے دوست قبلہ ہے میری نماز کا
اور عشق دوست، پردہ کشا دل کے راز کا
دست نیاز کھینچ لوں دونوں جہان سے
مل جائے گر اشارہ تری چشم ناز کا

پریشان

جب تک ترا برہان پہ تکیہ ہوگا
یا دفتر عرفاں پہ بھروسہ ہوگا
تا عمر فراق دوست میں اے غافلؔ!
بیماری دل کا نہ مداوا ہوگا

رہا ہو جاؤ

کب قید مجاز سے رہا ہو گا وہ
اس دیو خودی سے کب جدا ہو گا وہ
نرغے میں لیے ہے جسے شیطان دروں
کب راہیِ راہ انبیاؑ ہو گا وہ

جلوۂ حق

موسیٰؑ نہ ہوا، کلیم کیا ہو گا تو
اس رہ میں کہیں مقیم کیا ہو گا تو
جب تک کہ خودی سے نہ چھڑا لے خود کو
یارِ یارِ قدیم کیا ہو گا تو

فلسفہ

شغل ہے فاطی کا تحصیل فنون فلسفہ
" فا وَ لام وسیں" کو سمجھا ہے بطون فلسفہ
چاہتا ہوں میں فقط نور خدا سے لو لگائے
دور پھینکے توڑ کر طوق جنون فلسفہ

حجاب

وہ لوگ، جو فلسفہ پہ اترائیں گے
اور دوسروں کے علم کے منہ آئیں گے
ڈرتا ہوں کہ اس حجاب اکبر میں وہ لوگ
چھپ جائیں گے اور خودی میں کھو جائیں گے

جفا

جس کا شرر آہ سے دل نرم نہ ہو
اور نالہ دل سوختہ سے گرم نہ ہو
ڈالے ہو گلے میں اپنے وہ طوق جفا
کیا سمجھے گا درد دل جسے شرم نہ ہو

لن ترانی

جلوہ سے جو طور ٹکڑے ہو کر نہ اڑے
خود برق ہی اپنا راز افشا نہ کرے
سنتا ہی رہے گا لن ترانی کا خطاب
فانی ہو کہ وہ تجھ سے جدا ہو نہ سکے

ہمراز

یہ رات کہ میخانے کے در، باز ہیں سب
یاران خرابات ہم آواز ہیں سب
محبوب ہے پاس، کس کو پروائے رقیب
غافل ہیں غم ہجر سے، ہمراز ہیں سب

ثنائے حق

ذرات جہاں، بہ حمد حق، گویا ہیں
با ذکر فصیح، اسی کے رہ پویا ہیں
دل کور ہیں ہم، جو ان کو سمجھیں خاموش
تسبیح کناں، بہ حمد حق گویا ہیں

اسکی طرف

ذرات وجود، عاشق روئے نگار
ہر ایک ہے فطرۃً ثنا جوئے نگار
یہ سیر، بلا قصد ہو یا قصد کے ساتھ
یہ قافلے جا رہے ہیں سب سوئے نگار

بے راہ

جو علم جز اصطلاح و الفاظ نہ ہو
پردے میں رہو پڑھ کے، اندھیرے میں رہو
پڑھتے رہو حکمت الٰہی سو سال
اک گام سوئے کعبہ عاشق نہ بڑھو

فروغ رخ

خفاش ہے، رخ جس نے نہ دیکھا اس کا
خورشید فروغ رخ زیبا اس کا
وہ راز ہے۔ اور ہے دو جہاں میں جو کچھ
دکھلاتا ہے صاف صاف جلوہ اس کا

نصیحت

اگر ہے دوست، تو تجھ کو کوئی گزند نہیں
کبھی بھی دل پہ ترے گرد چون وچند نہیں
ہر اک کو چھوڑ دے، اور بس اس ایک کا ہو رہ
یہ دو ہی لفظیں ہیں اور ایسی کوئی پند نہیں

قرار

اک یاد تری، میرا قرار دل ہے
اک تو ہے فقط کہ غم گسار دل ہے
دیوانہ ہوں اور عقل سے بیزار ہوں میں
کیا عقل سے مطلب کہ تو یار دل ہے

بت

چشم "من" سے نہ نظر آئے گا جلوہ اس کا
گوش "تو" سن نہ سکے گا کبھی نغمہ اس کا
"من و تو" کچھ ہے، تو ہے گونگا پن اور بہرا پن
توڑ یہ بت کہ نظر آ سکے چہرہ اس کا

وہ کون ہے؟

ہر کوچہ میں کس نے نہ ترا رخ دیکھا؟
آوازہ ترا، ہر رہ و در پر نہ سنا؟
کی کس نے کوئی بات، تری بات نہ کی
کس نے نہ پیا جام مئے وصل ترا

راہ معرفت

جو جادۂ عرفاں میں سدا ملتا ہے
ہر ذرہ میں جویائے خدا ملتا ہے
لازم ہے، فراموش کرے اپنی خودی
کب شرک سے وحدت کا پتہ ملتا ہے

بے قرار

یارو! دل پر شور و نوا کو دیکھو
طوفان کشندۂ بلا کو دیکھو
غافل ہے مرے دل پراگندہ سے
دیکھو! دل یار بے وفا کو دیکھو

مجبور

راز کوئی اہل حق سے، نا اہل نے کیا، انمول لیا؟
مردے! کیوں زندہ دل بن کر، مردے کا منہ کھول لیا؟
ہوش میں آ اس خواب گراں سے، غافل ہے تو اے مجبور!
خواب گراں بیدار دلوں سے کس لیے تو نے مول لیا؟

فیض وجود

ہے فیض وجود اس کا، اور کچھ بھی نہیں
یا عکس نمود اس کا، اور کچھ بھی نہیں
ہے مرگ جو، دیکھنا وجود دیگر
خود بودی، ہے بود اس کا، اور کچھ بھی نہیں

مدّعی

صوفی میں صفا نظر نہ آئی مجھے کو
اس صف میں وفا نظر نہ آئی مجھ کو
کہتے ہیں انا الحق، علی الاعلان یہ لوگ
خود بیں ہیں، فنا نظر نہ آئی مجھ کو

تیرا جویا

جان درویش کو ہے یاد تری روح افزا
نگہ لطف تری، ہر دل زخمی کی دوا
دیکھو جس کو بھی، وہ آخر ترا زندانی ہے
کسی مذہب کا ہو کوئی، وہ ہے تیرا جویا

عقل و عشق

اے عشق! رہوں گا سایہ رحمت میں
اے عقل! رہا کر، کہ میں ہوں زحمت میں
میں عقل سے ہٹ کے، ہو گیا ہوں اس کا
شاید نگہ مہر ہو اس خلوت میں

دام دل

آیا ہے! بہ دام شمع، پروانہ دل
چھوڑے گا نہ واللہ یہ غم، خانہ دل
درویشوں کی صف میں نہیں کچھ اس کا مقام
دیوانہ صفت گر نہیں دیوانہ دل

تیرا رسوا

پروانہ شمع رخ زیبا ہوں ترا
دلباختہ قامت رعنا ہوں ترا
اے دوست! ترے ہجر میں آشفتہ ہوں
بس رخ سے نقاب اٹھا کہ رسوا ہوں ترا

غرق کمال

دل میں جو جاگزیں ترا عشق جمال ہو گیا
میرا جنون بے مثال، ایک مثال ہو گیا
دیکھا کہ دو جہان میں تجھ سا نہیں ہے ایک بھی
چھا گئی ایک بیخودی، غرق کمال ہو گیا

بیگانہ خودی

رخ دیکھا ہے تیرا، تو میں دیوانہ ہوا ہوں
ہر ہستی و ہر ہست سے بیگانہ ہوا ہوں
بے خود ہوا، خود اپنے سے اور اپنی خودی سے
سرمست بیک جرعہ پیمانہ ہوا ہوں

کیا کروں؟

فرہاد ہوں، سوز عشق شیریں ہے مجھے
امید لقاء یار دیریں ہے مجھے
طاقت مرے ہاتھ سے گئی، کس سے کہوں؟
یاد اس کی مراد دل غمگیں ہے مجھے

کوئے دوست

کوچے میں جو اس کے، راہ رکھتا ہوں میں
صد شکر، پناہ گاہ رکھتا ہوں میں
کیا غم ہے، کھلی ہے جب رہ آمد ورفت
طاعت نہ سہی، گناہ رکھتا ہوں میں

یاد

کسے ڈھونڈوں میں فرقت میں حصول داد کی خاطر
تو ہے فریاد رس، جاؤں کہاں فریاد کی خاطر
ترا طوفان غم ہستی کا رشتہ قطع کر دے گا
بھلا دوں گا میں اپنی یاد، تیری یاد کی خاطر

تیرے ہاتھ سے

دعویٰ میں ترے خلاف لے جاؤں کہاں ؟
تجھ جیسے ہی منصف سے ہوں فریاد کناں
تو اک نگہہ لطف جو ڈالے مجھ پر
میں چھوڑ دوں یاد ہمہ صاحب نظراں

اس روز

جس روز میں، میخانے کا رستہ لوں گا
یہ مسند و دلق دوستوں کو دوں گا
طومار حکیم و فیلسوف و عارف
غصّہ سے کروں کا چاک اور چیخوں گا

سہارا دے

اے دوست! مدد کر کہ ذرا سیر کروں
طاعت کی جگہ کچھ عمل خیر کروں
فارغ من و تو، سرّ و علن سے ہو کر
ڈھونڈوں اسے، رخ اپنا سوئے دیر کروں

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI (REGD) ISHAAT KARACHI
مؤسسہ امام خمینی

متوالا

میں تیرے سر کو، نہ رہوں گر تو کروں کیا ؟
شیدائے گل رو، نہ رہوں گر تو کروں کیا ؟
اے جان جہاں! ہوں میں ترا قیدی گیسو
وابستہ گیسو، نہ رہوں گر تو کروں کیا ؟

گناہ

گناہ کب تک میں خود اپنے لئے فریاد کروں ؟
خود کردہ کی، کس سے میں طلب داد کروں ؟
لکھ لے مری طاعت کو گناہوں میں اگر
پھر اپنے گناہوں کو میں کیوں یاد کروں ؟

قطرہ

پشّہ ہوں، کرے کرم تو طاؤس ہوں میں
قطرہ ہوں، ترے فیض سے قاموس ہوں میں
تو چاہے تو پر کھولوں فرشتوں کی طرح
آمادۂ پا بوس شہ طوس ہوں میں

دوستو! ایک نظر...

ادھر بھی اک نظر یارو! کہ نیک اندیش ہو جاؤں
بس اب بیگانہ قید وجود خویش ہو جاؤں
زباں پر نعرۂ تکبیر ہو اور رخ سوئے دلبر
جدا کردوں یہ خرقہ، واقعی درویش ہو جاؤں

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی رہ

باغ زیبائی

تیرا رخ حق میں ہمارے، نور خلوت گاہ ہے
یاد رخ تیری فروغ قلب نا آگاہ ہے
باغ زیبائی کا ہے یکتا وہ اک سرو بلند
کس طرح دیکھیں کہ اپنی ہی نظر کوتاہ ہے

فکر راہ

نہ ہوگی ہم سے اطاعت، چلو گناہ کریں
ہٹا و مدرسہ، رخ سوئے خانقاہ کریں
صدائے ساز انا الحق تو ہے رہ منصور
سہارا چاہیے یارب کہ فکر راہ کریں

شمع محفل

چہرہ ترا شمع محفل بیماراں
اور یاد ہے مرہم دل بیماراں
آ بستر مرگ پر مرے بن کے طبیب
جلوہ ترا حلّ مشکل بیماراں

خورشید جہاں

بیدار بھی ہو، کیسا ہے یہ خواب گراں
ہر ذرّہ میں، دیکھ، اس کا جلوہ ہے عیاں
ہو جائے گا سونے سے خودی میں پنہاں
خورشید جہاں رہے گا آنکھوں سے نہاں

طور

یہ التجا ہے کہ پہونچا دے مجھ کو پیر کے پاس
میں چاہتا ہوں، رہوں جا کے دستگیر کے پاس

ہے طور صرف ہوس، راستہ ہے دور و دراز
چلیں بس اب تو کسی یار خوش ضمیر کے پاس

کہیں پناہ نہ ملی

لے چل مجھے اے پیر! کسی خانقاہ میں
سب دوست جا چکے ہیں، میں گرداں ہوں راہ میں
میں تھک گیا مگر نہ ملی آج تک پناہ
پہنچا دے اب مجھے کسی جائے پناہ میں

راحت دل

یاد اس کی ہے آرام دل درویشاں
حل کرتا ہے بس وہ، مشکل درویشاں
طور و شجر و جلوۂ روئے دلبر
اے دوستو! دیکھا حاصل درویشاں

مستی

بادہ سے تیرے مست رہوں، چاہتا ہوں میں
بیہوش تیری یاد میں ہوں، چاہتا ہوں میں
مستی سے مست اور گریزاں ہوں ہوش سے
جو تو عطا کرے وہ سکوں چاہتا ہوں میں

جاگو

تو دوسری راہ پر چلے گا کیسے ؟
مدحت کسی اور کی کرے گا کیسے ؟
جس کی بھی ثنا کرو، اسی کی ہے ثنا
بس جاگ! جو سویا تو جیے گا کیسے ؟

اسیر

ہے فخر مجھے کہ ہوں ترے در کا فقیر
آزاد خودی ہو کے، ہوا تیرا اسیر
سمجھوں، کہ ہوں طوفان بلا میں تیرے
کر لے جو مرے دل کو ہدف تیرا تیر

دور پھینک

فرہاد ہو، جا اور الٹ دے یہ پہاڑ
لے تیشہ عشق اور اسے جڑ سے اکھاڑ
جلوہ بھی ہے، طور بھی! تو موسیٰ بن کر
اک اسکے سوا، دل میں جو بستی ہو، اجاڑ

مفتوں

دیوانہ ہو، اس عقال پا کو وا کر
طاؤس! نکل کے زاغ کو رسوا کر
دیوانہ بتائے گا نہ حال دل و عقل
مفتون عقال و عقل کو پیدا کر

جمالِ مطلق

جانے دے علائق جہاں سے دل کو
کر دور، خیال این و آں سے دل کو
اک دوست، کہ بس جمالِ مطلق ہے وہی
چن، اور ہٹا کون و مکاں سے دل کو

سایہ

اے فرِّ ہما! سر پہ مرے سایہ کر
معدوم مرے وجود کا پایہ کر
جو طوق، ہوس نے مجھے پہنایا ہے
وہ طوق بہ گردن فرومایہ کر

مسرّت

اے پیر خرابات! دل آباد تو کر
اس بندگی ذات سے آزاد تو کر
شادی ہے غم و رنج، اسے دیکھے بغیر
دلشاد نہ رہنے دے، مجھے شاد تو کر

اے پیر!

تو پیر ہے، آ، حق میں مرے پیری کر
لا ہوش میں، دیوانہ زنجیری کر
مل سکتا نہیں دوست بہ عقل و دانش
اس بن میں جہالت سے مدد گیری کر

ہما

طاؤس ہما! سایہ فگن ہو سر پر
کر میری مدد، کھول مرے بال و پر
فریاد رس! اس قید سے کر مجھ کو رہا
میرا بھی بنا، اپنی طرح نیک، اختر

طوفان

واقف ہے وہ، جو بھی ہے ہمارے دل میں
بے کار کا غم دیا، کہ بس یونہی رہیں
طوفان اٹھا کرتے ہیں دل میں ہر وقت
کس مٹی سے معبود! بنایا ہے ہمیں

ایک نظر ادھر دیکھ !

اے شادی دل، غصّہ دل، اے غم دل !
اے زخم دل غمزدہ، اے مرہم دل !
اک ذرّۂ ناچیز پہ کر ایک نظر
آفاق پہ لہرائے ذرا پرچم دل

چراغ

تو عقدہ کشائے دل دیوانہ ہے
رخ کی ترے ضو، چراغ کاشانہ ہے
یہ پردہ اٹھا کہ راہ مل جائے تری
اب تک ترے رخ سے آنکھ بیگانہ ہے

تیری یاد

اے وہ، کہ تری یاد غم و شادی ہے
قامت تیرا، نہال آزادی ہے
یہ پردہ اٹھا دے رخ سے اور جلوہ دیکھا
تو اصل ہمہ خراب و آبادی ہے

راہ دیوانگی

فرزانہ ہو، اپنی ذات سے غافل رہ
اس علم و ہنر کو بھول جا، جاہل رہ
طے کر رہ دیوانگی و بے خردی
یا دوست کو چاہ، اور یا عاقل رہ

مجنوں ہوجا

اے مرغ چمن! قفس سے بیروں ہوجا
فردوس ہے جویا تری، مفتوں ہوجا
طاؤس ہے، آیا ہے کوئے یار سے تو
کر یاد رخ یار کو، مجنوں ہوجا

راہ معرفت

فاطی! تو وَ حق معرفت، کیا معنے؟
دریافت ذات بے صفت، کیا معنے؟
"ی" کیسے پڑھے، "الف" جسے یاد نہیں
بے راہ سلوک، موہبت! کیا معنے؟

مراد دل

پیرا! مجھے خانقہ میں اک منزل دے
اے یار رخ دوست! مراد دل دے
کچھ پایا نہ مدرسہ سے، جز دوری یار
کفارۂ جان عمر لا حاصل دے

مجنوں

معبود! نگاہ پاک بازاں دے دے
رستہ، سوئے راہ دلنوازاں دے دے
رکھ قیدی خانقاہ و مکتب نہ مجھے
دیوانہ بنا، دل پریشاں دے دے

شیفتگاں

صراط[1] ہی کو یہ اہل صراط ڈھونڈتے ہیں
یہ لوگ چشمہ آب حیات ڈھونڈتے ہیں
طلب ہے حق کی، مگر جانتے نہیں ہیں حق
میان آب ہیں لیکن فرات ڈھونڈتے ہیں

رہرو

اٹھ تو بھی، اہل قافلہ سب رو براہ ہیں
دن رات محو فکر و غم جائے گاہ ہیں
کچھ بھی نہیں جہاں پہ، سوا اس کی یاد کے
افسردہ دل ہیں جتنے، وہ سب روسیاہ ہیں

۱۔ یہ راہ گیر ہیں، راہ نجات ڈھونڈتے ہیں۔

اے مہر!

اے مہر! کر طلوع، کہ ہم سب ہیں محو خواب
برداشت تیرا ہجر ہو، لائیں کہاں سے تاب
ہر سو ہے تیرا نور، ہمیں کیا دکھائی دے
ہیں چشم شپّرہ پہ تو پیدائشی حجاب

کوئے غم

نہیں کچھ اور، ترے عشق سے دوچار ہیں ہم
ہے دل میں یاد ترے رخ کی، سوگوار ہیں ہم
قبول کر ہمیں یا دور کر، برابر ہے
کہ تیرے غم میں بہر حال پائدار ہیں ہم

دوست

غیر از در دوست، کیا یہاں پائے گا تو
ہر جا اسے، جائے گا جہاں، پائے گا تو
وہ نور زمین و آسماں ہے، غافل!
قرآں نے کہا، کب یہ نشاں پائے گا تو

فرزانہ من

عاشق کی نظر میں نہ عیاں کب تھا تو
فرزانہ من! نہ نزد جاں کب تھا تو
طوفاں نے ترے غم کے، ہلا دی بنیاد
ورنہ مری ہستی سے نہاں کب تھا تو

عیاں

تو بے خبر ہر دو جہاں ہو جائے
ہر ایک کی آنکھوں سے نہاں ہو جائے
طومار وجود گر اٹھا کر رکھ دے
پردہ سے ابھی دوست عیاں ہو جائے

جام

عاشق تو کہاں، کہ نام رکھتا ہے تو
دیوانہ نہیں، پیام رکھتا ہے تو
ہے ہوش، تو آشنائے مستی نہ ہوا
کر ہم پہ کرم کہ جام رکھتا ہے تو

اے عشق!

اے آنکھ! اس کا جلوہ ہر اک بام و در پہ ڈھونڈ
اے گوش! اس کے نغمہ کو ہر رہگذر پہ ڈھونڈ
اے عشق! ہر طرف نظر آئے گا اس کا نور
مت عقل کے در نگہہ بے خبر پہ ڈھونڈ

خبر

اے دوست! برائے دوست وا کر کوئی در
اے اہل نظر! گدا پہ بھی ایک نظر
ہم لوگ ہیں نا واقف منزل گہ عشق
مل جائے کوئی بے خبروں کی بھی خبر

اسیر نفس

فاطمی! جو تو اس گنبد اعلیٰ سے بھی گزرے
مٹی سے اٹھے، حدّ ثریا سے بھی گزرے
جب تک ہے مگر، نفس کے زنداں کی اسیری
از راہ "دنیٰ" راہ "تدلّیٰ" سے بھی گزرے

فریاد رس

کون سمجھائے بجز تیرے، دل برباد کو
ہم ہیں شیدا صرف تیرے، اور ترسیں داد کو
ایسا کوئی دل نہیں، جس میں نہیں ہے تیرا عشق
اک قیامت ہے، نہ پہنچے تو اگر فریاد کو

محفل دوست

بس، محفل دوست میں، دھواں ہے اور دم
اور حلقہ صوفی میں نہ "لا" ہے نہ "نعم"
ہے حسرت غم، یا ہے تمنائے خوشی ؟
جا اور کہیں، یاں نہ خوشی اور نہ غم

خار راہ

یہ فلسفہ، جس کو علم اعلیٰ سمجھا
ہر علم سے سربلند و بالا سمجھا
یہ خار رہ سالک عاشق بھی نہیں
تو زیب دہ عرش معلیٰ سمجھا

خود بیں

تو "نیست" ہو تب بھی نہ بجا کو میں انا الحق
اک لحظہ نہ رہ، دعوی بے جا یہ معلّق
جب تک کہ ہے خود بیں، نہیں مشرک سے زیادہ
بے خود ہو کہ پیدا ہی تکبر نہ ہو مطلق

لاف انا الحق

منصور بنا تو کچھ نہ آئے گا تجھے
اک لاف انا الحق کا تو بھائے گا تجھے
تو کوہ خودی توڑ دے موسیٰ کی طرح
وہ بے ارنی جلوہ دکھائے گا تجھے

لاف عرفان

طوطی ہے تو، اور غرور عرفانی ہے
اے مور! سر تخت سلیمانی ہے؟
فرہاد نہیں کوئی کہ تو شیریں ہو
یا سر نہیں اور دعوی سلمانی ہے

خورشید

پردہ یہ ہٹا دے کہ جمال آئے نظر
اور طلعت ذات بے مثال آئے نظر
خفاش! تو اپنی کھال سے باہر آ
تا جلوۂ خورشید جلال آئے نظر

بے خود

مبارک ہو، اگر تو بے نیازِ خویش ہو جائے
نکل جائے حدِ کونین سے، درویش ہو جائے
جلا دے خرمنِ ہستی، لگا دے نعرۂ "یا حق"
تو آزادِ حدِ ہر مذہب و ہر کیش ہو جائے

پردہ اٹھا دے

نعرہ ہے "انا الحق" کا، کہ خود خواہ ہے تو
ہاں سرِّ "انا الحق" سے بھی آگاہ ہے تو
رستہ سے ہٹا دے یہ خودی کا پردہ
جب تک یہ رہے گا، گشتہ راہ ہے تو

پناہ

فریاد کو سن، داد وفا دے مجھ کو
دل زخموں سے بیکل ہے، دوا دے مجھ کو

طوفان فزاینده نے غرقاب کیا
راہ اپنے سفینے کی دکھا دے مجھ کو

قصيدة

قصیدہ در مدح نورین نیرین حضرت فاطمہ زہرا و حضرت فاطمہ معصومہ (سلام اللہ علیہما)

ازلیّت خمیر خاک ترا
ابدیّت جبین سے پیدا

جلوہ تیرا ہے آیت رحمت
آستیں تیری رایت قدرت

تیرا بستر، بہ فیض حق، جودت
تیرا تکیہ ہے رافت و رحمت

تیرا فیض حجاب عصمت تھا
عالم جسم استحالہ ہوا

منظر نور حق تری جلوت
مظہر راز حق تری عصمت

کہوں واجب؟ یہ حق نہیں تیرا
کہوں ممکن، تو ہے تو اس سے سوا

رخ ممکن، وجوب کی چادر
بر دامکاں، وجوب کے رخ پر

ممکن، اور پھر بھی علّت امکاں
واجب، اور جلوۂ رخ یزداں

ممکن، اور پیک فیض، بر کہ و مہ
فیض پاتا ہے پہلے مہ، پھر کہ

ممکن، اور ہستی کی اسی سے بنا
ممکن، اور ممکنات سے بالا

ہے نہ بس نور نور زہراؑ ہی
یہ ہے نور علیؑ وہ نور نبیؐ

تھا نبیؐ میں جو جلوۂ داور
ہے وہی نور، چہرۂ حیدرؑ

نور، زہراؑ میں تھا وہ جلوہ گر
سمجھو اب، فضل دخترِ جعفرؑ

بانٹا دوشیزگان ہستی پر
زیورِ حسن جلوۂ داور

اور اسی نے مشیّت "کن" سے
خلق یہ سینکڑوں جہان کیے

ہوتی شیطاں کو معرفت اس کی
کہتا کیوں، میں ہوں آگ یہ مٹی

آبر و ممکنات نے پائی
یہ نہ ہوتا، نہ کوئی شے ہوتی

اسکے دم سے عرض، عرض ہے اگر
سارے جوہر اسی سے ہیں جوہر

عیسیٰؑ ڈیوڑھی پہ اس کی درباں ہیں
عبد درگاہ، ابن عمراں ہیں

ایک ہے دیدہ بان بر سردار
خادم در ہے اک، عصا بردار

یا کہ دو طفل در حریم جلال
پئے تکمیل نفس ہیں بے حال

حفظ انجیل پر کسے یہ کمر
اس کو توریت ہو چکی از بر

نہ کریں دعوئے امامت اگر
موسیٰ جعفرؑ، از پئے داور

میں یہ کہدوں کہ ہیں یہ پیغمبرؑ
معجزہ اس پہ آپ کی دخترؑ

ایسی دختر نہیں بجز زہراؑ
ایسا صلب پدر، نہ رحم ہوا

ان دو کی ایسی اب کوئی دختر
نہ ہوئی، اور نہ ہوگی تا محشر

وہ ہے امواج علم کا مظہر
یہ ہے افواج حلم کا مصدر

لطف سے اسکے، سامنے ہے وجود
اور عدم، اس کے قہر سے مفقود

انبیا کے لیے وہ تاج سر
یہ سر اولیا کا ہے مغفر

کعبہ وہ عالم جلالت کا
اور یہ مشعر زمین قدرت کا

لم یلد لب نہ کرتا بند اگر
کہتا ہیں، ہیں خدا کی دو دختر

اسکی چادر میں بند کون و مکاں
دوسری میں ہیں اسکی دونوں جہاں

اس کی چادر حجاب عصمت حق
دوسری اس کی ستر عفّت حق

ملک باقی کا ہے وہ تاج سر
یہ ہے بر عرش کبریا افسر

تابش لطف اس کی خلد نعیم
سایہ قہر اس کا نار جحیم

قطرہ اس کی عطا کا بحر سما
رشحہ فیض، کان زر، اس کا

اس سے خاک مدینہ روشن ہے
اس سے یہ قم کا خطّہ روشن ہے

قم ہے اسکے شرف سے خلد نظر
اس سے پانی مدینہ کا کوثر

عرصہ قم ہے رشک خلد، عجیب
بلکہ خلد بریں ہے اس کا نقیب

عرش پر قم کو ناز ہے زیبا
"لوح" شاید کہ اس کی ہو ہمتا

ہے عجب خاک، آبروئے جہاں
مرجع دوست، ملجا غیراں

سنتے گر یہ قصیدۂ ہندی
وہ ادیب سخنور و سعدی

ہوتا نہ طوطی کی طرح اسکی زباں پر
"اے بجلالت ز آفرینش برتر"

اور وہ قمری کی طرح لاتا نہ لب پر
"اے کہ جہاں از رخ تو گشتہ منور"

قصیدۂ بہاریۂ انتظار

آئی بہار اور بوستاں ہے رشکِ فردوس بریں
گل ہے شگفتہ باغ میں، یا روئے یار نازنیں
سنکی ہوائے جانفزا، فرشِ زمرّد بچھ گیا
ابرِ کرم نے ہر طرف، برسا دیے درِّ ثمیں
گوشہ چمن کا ارغوان و نسترن سے پرنیاں
ازاقحوان و نسترن سطحِ زمین دیبائے چیں
ہر لحظہ خوشبو اڑ رہی ہے لادن و میمون سے
اور سوری و نعمان سے ہر دم شمیمِ عنبریں
سنبل سے، نرگس سے جہاں ہے روکشِ باغِ جناں
نسرین و سوسن سے زمیں ہے گلشنِ خلدِ بریں
بستاں ہے فرطِ لالہ سے صد رشکِ گلزارِ ارم
اور فیضِ ژالہ سے چمن رشکِ نگارستانِ چیں
قمری ہزار اور کبک ہیں، یا بج رہا ہے ارغنوں
کوکوؤ سار و سیرہ کی آواز چنگِ راستیں

کیا سارک و توکا سناتے ہیں صدائے دلربا
اور بو الملیح و فاختہ ہر دم نوائے دلنشیں
ہر شام ہو گا زند خواں، جیسے کہ رامشگر کوئی
ورشاں، بسان موبداں، ہر صبح با صوت خریں
اک سو، نوائے بلبلاں، اک سو گل وریحان وبان
اک سو، نسیم بوستاں، اک سو، رواں ماء معیں
ہے موسم عیش و طرب، رخصت ہوا وقت کرب
اک جام مے مانگو اگر، دے گلعذار مہ جبیں
قد اس کا سرو بوستاں، عارض برنگ ارغواں
بو اس کی بوئے ضیمراں، پیکر ہے برگ یاسمیں
آنکھوں میں چشم آہواں، ابرو میں پوشیدہ کماں
سر چشمہ حیواں دہاں، لوح کرم اس کی جبیں
رخ ہے کہ روز وصل ہے، گیتی فروز و دلکشا
زلفیں ہیں میری شام غم، آشفتہ و پرتاب و چیں
ہے ساتھ میں ایسا صنم، بستاں میں رکھنا ہے قدم
جاں کو نہ ہو گا رنج وغم، دل میں کوئی مہرا ورنہ کیں

اور اب، کہ یہ صحن جہاں، ہے اسکے رخ سے ضو فشاں
جس کے تصدق میں ہوا ہے، امتزاج ماء و طیں
صف بستہ استقبال کو، ہیں جس کے سارے انبیا
تعظیم کو جس کی جھکا رہتا ہے چرخ ہفتمیں
مہدیؑ امام منتظر، نور دل خیر البشر
خلق دو عالم سب اسی کے خوان احساں کا نگیں
مہر اس کے آگے ذرہ ہے، بدر اسکے زر کا کیسہ ہے
دریا ہے قطرہ فیض کا، گردوں ہے اس کا خوشہ چیں
آئینہ ذات خدا، قندیل انوار ہدیٰ
منظور بعث انبیا، مقصود خلق عالمیں
امر خدا امر اس کا ہے، حکم قدر حکم اس کا ہے
الفت جناں، نفرت سقر، خاک اسکی کحل حور عیں
واقف ہیں، اسکی مدح کا قرآن ہے باب مختصر
اصحاب علم و معرفت، ارباب ایمان و یقیں
سلطان دیں، شاہ زمن، مولائے جملہ مرد و زن
اور ہے بامر ذو المنن، روئے زمیں زیر نگیں

ذات اس کی حکم عدل سے ہے منبع فیض بشر
جتنے فرشتے ہیں وہ سب، اس کے کرم کے ہیں رہیں

الفت مثل میں ہے سفینہ نوحؑ کا گرچہ، مگر
اس کا کرم ہوتا نہ گر، تھے نوحؑ طوفاں کے قریں

دنیا میں اس کا نور اگر، ظاہر نہ ہوتا سر بہ سر
کامل نہ ہوتا دین حق، ہرگز بھی تا روز پسیں

منشور ختم الاوصیاؑ لکھا ہے حق نے اس کے نام
آخر تو اس کا جدّ امجد بھی ہے ختم المرسلینؐ

نوحؑ و خلیلؑ و بوالبشرؑ، ادریسؑ و داؤدؑ و پسرؑ
شاداں ہیں اس کے فیض سے اور علم سے ہیں مستعیں

موسیٰؑ لیے اپنا عصا ہیں منتظر، دربان ہوں
آمادہ بہر اقتدا عیسیٰؑ بہ چرخ چارمیں

اے خسرو والا حشم، ہم پر بھی ہو چشم کرم
کفار ہیں چھائے ہوئے، کمزور ہے دین متیں

ناموس دیں خطرے میں ہے لامذہبوں کے مکر سے
ارزاں ہے خون مسلمیں، ہیں حملہ کن اعدائے دیں

ظاہر ہو وہ غازی اگر، شمشیر حیدرؓ بر کمر
دستار پیغمبرؐ بہ سر، دست خدا در آستیں
ان ملحدوں کی بستیاں، ہوجائیں سب نذر خزاں
ہو پاک سب روئے زمیں، مٹ جائے ظلم اور ظالمیں
میں دیکھ کر اپنے گنہ، ہوں سخت شرمندہ، مگر
خوش ہوں، ہے میری خاک، آب مہر سے تیرے عجیں
اور اب، کہ فیض حق سے میں مدحت سرا ہوں اس طرح
کاغذ پہ ٹپکا ہے سیاہی کے بجائے انگبیں
کب تک رہیں گے پنجہ شاہیں میں مرغان ہوا
کب تک رہیں گے بھیڑیے ان آہوؤں پر خشمگیں
اب دوستوں کے واسطے کھل جائیں ابواب ظفر
نازل ہو اعدا پر ترے ہر دم بلائے سہمگیں
تازہ ہوا نوروز کی ہر سال گلشن میں چلے
ابر بہاری سے اگائے لالہ و ریحاں زمیں
اعدائے دولت کو ترے ہر فصل ہو فصل خزاں
اور چاہنے والوں کو ہو ہر ماہ، ماہ فروردیں

ہو دور دورہ علم کا، مٹ جائے جہل و جاہلی
جیسے کہ قسم از مقدم شیخ اجل، میر مہیں
ابر عطا، فیض عمیم، بحر سخا، کنز نعیم
کان کرم عبد الکریم، پشت و پناہ مسلمیں
گنجینہ علم سلف، سر چشمہ فضل خلف
اللہ نے خود ہاتھ میں دی ہے زمام شرع و دیں
سائے میں جس کے جمع ہیں ہر شہر کے اعلام دیں
چشمہ کا جس کے رخ کیے ہیں تشنگان علم دیں
یارب! تو عمر خضر دے، عزت بڑھے، حرمت بڑھے
زندہ یہ کرتے ہی رہیں آئین ختم المرسلینؐ
اے حضرت صاحب زمانؑ! اے بادشاہ انس و جاں
شیعوں پہ ہو چشم کرم، کر نصرت دین مبیں
دے مجھ کو زہد بے ریا، تحصیل کی توفیق بھی
ہو جاؤں لطف حق سے میں از عالمین عالمیں

قصیدہ در مدح حضرت ولی عصر عجل اللہ ظہورہ

دوستو! آئی بہار عیش و فصل کامرانی
گل نے بلبل کو سنایا مژدہ، مانگی مژدگانی

حد سے زائد کی ہے گلشن میں ہوا نے مشک بیزی
ابر نے بستاں کے باہر کی ہے بیحد در فشانی

نیزۂ رستم ہے یہ، یا برق رخشاں ہے فضا میں
رعد نالاں، یا شہ ایراں ز تیر سیستانی

آب صافی پر کچھ اس صورت سے ہیں قطرات باراں
جلوہ گر جیسے کسی تھالی میں در ہائے یمانی

دشت و صحرا میں بچھا ہے بستر دیبائے اخضر
زیب تن اشجار کے ہیں جامہ ہائے پرنیانی

سو طرح کے گل، کیے ہیں فرش گیتی پر چراغاں
سوسن و نسرین و یاس و یاسمین و استکانی

گوشہ گلشن میں پھیلی ہے شمیم اقحوانی
ساحت بستاں میں ہے ہر سمت عطر ضیمرانی

ارغوان و رز و گل نے قصر گلشن کو کیا ہے
فرش ہے سبز اور فضا ہے زرد، چھت ہے ارغوانی
التفات یار دیدہ بھی ہے، عاشق بھی شقائق
نصف رخ ہے سرخ اس کا، نصف رخ ہے زعفرانی
لادن و میمون و شاہ اسپرغم و خیزی و شب بو
حسن میں ان سب سے پیچھے رہ گیا ہے نقش مانی
ژالہ لالہ پر ہے درخشاں، یا رخ دلبر پہ تل ہے
نرگس و سنبل میں چشم و زلف سی ہے دلستانی
زلف مشکیں کو بنفشہ نے پریشاں یوں کیا ہے
دل پریشاں کردیے ہیں مثل زلف یار جانی
اس لیے شرمندگی سے سر جھکائے کہہ رہا ہے
میں کہاں اور طرۂ مشکین و پر چین فلانی
عشق بلبل سے حریم باغ میں بیتاب گل ہے
صاف کہتا ہے کہ "لاشہناز" و "شور" و "مہربانی"
گاتی ہے "ماہور" قمری، ہدہد "آواز عراقی"
کبک "صوت دشتی" اور تیہو "بیات اصفہانی"

مردے یہ دنیائے تازہ دیکھ لیں تو کہہ اٹھیں گے
اے خدائے .. ..
اہل ایراں نے کہاں دیکھی تھی یہ خرم بہاراں
پھر سے نوروز کہن کو ہے خیال نو جوانی
کیا خدا نے یہ بساط عیش کی ہے یوں فراہم
شان سے کرنا جو ہے اپنے ولی کی مہمانی
حضرت صاحب زماںؑ، مشکات انوار الٰہی
مالک کون و مکاں، مرآت ذات لامکانی
مظہر قدرت، ولی عصرؑ، سلطان دو عالم
قائم آل محمدؐ، مہدیؑ آخر زمانی
آپ کی ذات مبارک ہے کہ ہیں کونین باقی
یہ نہ ہوں تو دونوں عالم کی ہے ہر مخلوق فانی
آپ کے خرمن کے خوشہ چیں ہیں سب عرشی وفرشی
ریزہ خوار خوان احساں ان کے، سب انسی و جانی
ان کی ہستی ہے، تو ہے ہستی موجودات عالم
جوہریؔ و عقلی و نامیؔ و حیوانیؔ و کانی

ہے ازل ہی سے جو شاہد، عاشقوں سے منہ چھپائے
برسر مہر آ کے اب وہ بھی ہے مشہود عیانی
ذرّہ اس کے نور سے اٹھا، ہوا مہر سپہری
بدرۂ زر اس کی بخشش کا ہے بدر آسمانی
اس کی پابوسی کو آئے ہیں گروہ انبیا بھی
سر کیے ہے خم، پئے تعظیم، چرخ کہکشانی
کہدے! آ اور گوش دل سے سن صدائے انظرونی
تو کہ بیخود ہوگیا سن کر خطاب لن ترانی
آئی ہے، لو عید خم با حشمت و فرّ سلیمانی
رکھے ہوں میلاد شہ میں سر پہ میں تاج کیانی
جمعہ کہتا ہے، کنار یار میں ہوں میں ہمیشہ
نیمہ شعباں نے بخشی عزت و جاہ گرانی
چاہئیں صدیاں کہ ایسی عید پھر آئے جہاں میں
عید نے اس سال ڈھالا سکہ صاحب قرانی
عقل کہتی ہے کہ چپ! تو کیا کرے گا مدح اس کی
جس کی مدحت حق نے کی خود بازبان بے زبانی

غیبِ کبریٰ کا پردہ کب تلک آخر رہے گا
منحصر ہے تیرے آنے پر جہاں کی ضو فشانی
پردہ اب رخ سے ہٹا، ہم مردہ دل ہیں، زندہ کردے
اے کہ تو ہے قلبِ عالم اور تو ہی جانِ جہانی
خوں مسلمانوں کا دشمن تابکے پیتے رہیں گے
بھیڑیے کب تک کریں گے آہوؤں کی گلہ بانی
تابکے یہ ناکساں ہم پر کریں گے حکمرانی
ہاتھ میں چوروں کے کب تک بیکسوں کی پاسبانی
کب تلک جاری رہے گا ہم پہ ظلم افرنگیوں کا
فرد ہیں ظلم و ستم میں جو، نہیں ہے جن کا ثانی
حرص سے اس کی، ہے دنیا کا مقدر تنگ دستی
جس نے چورا ہے پہ کی توہینِ آیاتِ قرآنی
خوار کر شاہا! تو اس کو ہر طرف تا صبحِ محشر
جو بجاتا تھا زمانے بھر میں کوسِ کامرانی
تاکہ جانیں سب، خدا ہی سے ہے یہ سب داد خواہی
دیکھ لیں پھر سب شہِ اسلامیاں کی حکمرانی

حوزۂ علمیہ قم کو بلندی دے جہاں میں
یہ کرے فلک نجات مسلمیں کی پاسبانی
بس "کریمی" کو کرامت عمر و عزت کر کہ جس پر
ابر رحمت بن کے کرتی ہے کرامت در فشانی
خواہشات نیک کو، دے دے بقائے جاودانی
اس کے بد خواہوں پر نازل ہو بلائے آسمانی
کثرت گل سے بنے شاہا! زمیں تصویر گلشن
فیض فروردیں سے، ہو جائے جہاں باغ جنانی
ہر خزاں ہو دوستوں کے واسطے باد بہاری
ہر بہار اعدائے دیں کے حق میں ہو فصل خزانی

مُسَمَّط

در توصیف بہاراں و مدیح ابا صالح امام زماں[۲]

و تخلص بنام آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم حائری یزدی قدس اللہ سرہ

مژدہ ! فرودیں نے گیتی کو کیا پھر سے مسخر
چھا گیا مغرب سے تا مشرق سراسر اس کا لشکر
اس کا جھنڈا گڑ گیا، یوں ہے مقرنس چرخ اخضر
اس کی خدمت کو ہے اس کے حکم سے گردوں مقرر
اب وہ کل دنیا و ما فیہا پہ کامل حکمراں ہے

ہر طرف ہے اس کا قبضہ، از عرب یا ملک ایراں
از فراز تودۂ آنورس تا سرحدّ غازاں
ہند و قفقاز و حبش، بلغار و ترکستان و سوداں
دشت و کوہستاں کے سارے خطّے اور پہنائے عماں
اس کا فرّ و جاہ دولت تالی ساسانیاں ہے

گھرے بادل سے کیا ہے اس نے اک لشکر منظم
سب کو دی صرصر سے لیکے دشت پیمائیِّ ادہم
دمے دیا خورشید کا، ہر افسر لشکر کو پرچم
رعد کو عہدہ منادی کا دیا، مثل شہ جم
عید کی دی ہے سلامی رعد نے، آتش فشاں ہے

سروران فوج سب حاضر ہوئے از دور و نزدیک
اور آمادہ امیران سپاہ ترک و تاجیک
رعد غراں کو دیا امر قضا سے حکم میوزیک
اور پھر افواج رز کو مل گیا فرمان شلیک
تودۂ غبرا ہے جس جانب بھی، شلیک یلاں ہے

خاک پر، شلیک لشکر سے، مسلسل خوں گرا ہے
دل ہیں چھلنی، چشمہ خونیں تہ ہاموں گرا ہے
خاک مقتل بن گئی، خون دو صد ملیوں گرا ہے
زہرۂ قیصر ہے دو، غش کھا کے ناپلیوں گرا ہے
لیکن اس شلیک سے عالم بہشت جاوداں ہے

زندگی پھر سے جواں ہے اور عالم پھر سے تازہ
ہے فلک فیروز، دل بہروز، خوش اقبال دنیا
مہر شاداں، ماہ رقصاں، محو عشرت ہے ثریا
ساز و سامان طرب ہے، جس طرف دیکھو، مہیا
پیر فرسودہ بھی تو اس فصل نو میں نوجواں ہے

ہیں یہ سب دوشیزگان بوستاں یا نو عروساں
پائی ہے فرصت غنیمت، یاں نہیں ہے بوستاں باں
کی ہے خلوت، با جواں ہائے سحابی در گلستاں
ایک ہی ملبوس میں ہیں ساتھ مثل جان و جاناں
کچھ نہیں معلوم ہے آگے، ہوا کیا کچھ وہاں ہے

ہاں مگر معلوم ہے اتنا، کہ گل اب بارور ہے
نسترن کو حمل ہے، اور سنبل تر پر ثمر ہے
بانجھ کی تقدیر بھی تو دیکھئے اقبال پر ہے
اس کا بچہ ایک تو دوشیزہ ہے اور اک پسر ہے
عیش کے دن ہیں، اب اسکے دل کو کوئی غم کہاں ہے

چند دن گزرے کہ پھر سے آئی فصل نو بہاری
درد زہ اٹھنے لگا، پھر آیا روز طفل داری
دست قدرت قابلہ ہر اک کا تھا، با غمگساری
طفل مہ پارہ ملا اس کو اور اس کو گلعذاری
جس کی قسمت میں خدا نے جو لکھا تھا، وہ یہاں ہے

دختر رز دھیرے دھیرے ہو گئی رخسارہ گلگوں
غیرت لیلیٰ تھی، اور ہر دیکھنے والا تھا مجنوں
اس کے اک غمزہ سے ساقی ہو گیا خود اس کا مفتوں
بھیجا پیغام، اور لے آیا خانہ مادر سے بیروں
آج دیکھو بادۂ گلرنگ روح افزائے جاں ہے

سیب نے فتنے اٹھائے، ہو گیا دلدار عیّار
سب سے چھپنا تھا تو باندھے برگ سے مضبوط رخسار
ایک دن دیکھا "بہی" نے، ہو گیا جاں سے خریدار
لاکھ سر مارا، نہ بر آئی تمنائے دل زار
زرد رخ، پر گرد چہرہ، حال اس کا ناتواں ہے

کرلیا ہے زیب تن آنار نے ملبوس گلنار
وہ بھی ہے شاید بت بے اعتباری کا گرفتار
سب قبا گلنار ہے، ٹپکا ہے خون قلب بیمار
وہ بھی ہے فرہاد خونیں دل، قتیل راہ دلدار
پیرہن پر اس کے خون آرزو پیہم رواں ہے

ہے سجائے اک طرب انگیز و خوشتر بزم بلبل
تاکہ آجائے اسی کے عقد میں گل بے تامل
چھیڑا طوطی نے "نوا" صلصل نے "تار" اور ناچی بلبل
کیا ہی روح افزا، طرب انگیز ہے یہ بزم، تو گل
بر خلاف شیوۂ معشوقگاں "تصنیف" خواں ہے

تودۂ غبرا پہ ہے یہ محفل شادی مہیا
یا زمیں کے بوستانوں میں ہے بزم عیش ہر جا
ہشت جنّت میں بھی اس نوروز کا ہے شور وغوغا
قدسیوں نے بھی کیا لاہوت میں اک جشن برپا
کیونکہ یہ نوروز با میلاد مہدیؑ تو اماں ہے

مصدر ہر ہشت گردوں، مبدا ہر ہفت اختر
خالق ہر شش جہت، نور دل ہر پنج مصدر
والی ہر چار عنصر، حکمران ہر سہ دختر
بادشاہ ہر دو عالم، حجّت یکتائے اکبر
جس کی بخشش شہرۂ نہ آسماں، بل لامکاں ہے

مصطفیؐ سیرت، علیؑ فر، فاطمہؑ عصمت، حسنؑ خو
عزم شبیریؑ، علیؑ زہد و محمدؑ علم، مہرو
شاہ جعفرؑ فیض و کاظمؑ حلم و ہشتمؑ قبلہ گیسو
ہم تقیؑ تقویٰ، نقیؑ بخشائش و ہم عسکریؑ مو
مہدی قائمؑ کہ ورثہ دار اوصاف شہاں ہے

بادشاہ عسکریؑ طلعت، نقیؑ حشمت، تقیؑ فر
بوالحسنؑ فرمان و موسیٰؑ قدرت و تقدیر جعفرؑ
علم باقرؑ، زہد سجادؑ و حسینیؑ فوج و افسر
مجتبیٰؑ حلم و رضیہؑ عفت و صولت چو حیدرؑ
مصطفیؐ اوصاف ہے، آئینہ ربّ جہاں ہے

اس کی ہستی کا ہے جلوہ تالی فیض مقدس
فیض ہے اس کے کرم کا ثانی مجلائے اقدس
نور نے اس کے بنائے "کن" سے گردون مقرنس
نطق میرا ہر جگہ ہے تیغ، مدح شہؑ میں اخرس
مدح کرتے اس کی پائے عقل دلدل میں نہاں ہے

قوت بازو ہے اس کا جلوۂ عقل مجرد
روکش انوار داور، مظہر اوصاف احمدؐ
اس کا ہر فرمان محکم، اس کی باتیں مسدّد
خصلتوں میں ثانی اثنین، ابو القاسم محمدؐ
سامنے ہے سب کے وہ حکم خدا سے اور نہاں ہے

دور ہے اس کا اگرچہ پہلے والوں سے مؤخر
لیکن آدمؑ سے تھا، اس کا حکم، عیسیٰؑ تک، مقرر
از فراز تودۂ غبراء تا گردون اخضر
از طراز قبّۂ ناسوت تا لاہوت یکسر
تابع فرماں ہے اس کا اور غلام آستاں ہے

اے امامؑ وقت! ہر جانب مسلماں ہیں پریشاں
عید کے دن تو یہ لازم ہے کہ ہر اک غزل خواں
چاہنے والے ترے ہیں ہر طرف سر در گریباں
بادشاہ وقت! محتاج مدد ہیں اہل ایماں
خاصہ وہ آیت جو پشت و ملجا اسلامیاں ہے

گر وجود اس آیت حق کا، در ایں ساماں نہ ہوتا
کشتی اسلام کا دنیا میں پشتیباں نہ ہوتا
دشمنوں کے سر پہ گر یہ خنجر برّاں نہ ہوتا
بے نشاں ہوتے مسلماں، کلمہ ایماں نہ ہوتا
مژدہ باد اے یزد! طالع تجھ سے خورشید جہاں ہے

آسماں سر خم ہو، اس کا اہل اس کا آستاں ہے
لشکر فتح و ظفر اس کے قدم پر جاں فشاں ہے
دست بستہ نیّر اعظم مع کل اختراں ہے
بندۂ درگاہ اس کا گنبد نہ آسماں ہے
ناخدا یہ، کشتی ایماں کا، تنہا پشتیباں ہے

جور اہل جور سے اسلام کا حوزہ زبوں تھا
جسم تھا بے روح ، طائر روح کا تن سے بروں تھا
روح افسردہ تھی ، اس پر حملہ اعدا فزوں تھا
قلب احمدؐ ، قلب حیدرؑ اسکی مظلومی سے خوں تھا
آپ سے ، پیکر میں اسکے ، اب نئی روح رواں ہے

ابر فیض اس کا سدا اسلامیوں پر در فشاں ہے
شرق سے تا غرب اس کے عدل کا دریا رواں ہے
داد علمی شہرۂ عالم ، شہود داستاں ہے
حجت کبریٰ بجائے حضرت صاحب زماںؑ ہے
نور سے جس کے زمیں ساکن ہے ، قائم آسماں ہے

والی دوراں پہ جب تک بھی ولایت ہے مقرر
ہے نبوت بہر احمدؐ اور خلافت بہر حیدرؑ
شعر ہیں "ہندی" کے جب تک شہد سے قند مکرر
پوست زنداں ، رگ سناں ، مژگاں ہیں مکاں ، مو ہے نشتر
اسکے حق میں انس و جاں میں ، جو بھی تیرا خصم جاں ہے

حدیث دل

تیرے کوچہ میں، میں اے مے زدہ! دیوانہ ہوا
عقل کو چھوڑ کے وابستہ میخانہ ہوا
گرد اس شمع دل افروز کے، پروانہ ہوا
تیرے گیسو کی شکن دیکھی تو میں شانہ ہوا
درد دل سے کس سے کہوں، کوئی دوا دے شاید!

میں کہ درویش ہوں، میخانہ ہے میری منزل
دوستی سے تری گوندھی گئی ہے میری گل
یہ جہاں کچھ نہیں، میخانہ ہے میرا حاصل
گردن حق کو جھکا دیتا ہے میرا باطل
تشنہ لب ہوں، یہی میخانہ شفا دے شاید

مژدہ اے ساکن میخانہ! کہ فیروز ہے تو
یار آتشکدۂ مست جہاں سوز ہے تو
خادم صومعہ فتنہ بر افروز ہے تو
واقف راز صنم خانہ مرموز ہے تو
کاش سمجھے وہ گدا، اور صدا دے شاید

سر و سر ہے مجھے تجھ سے، صنم بادہ فروش !
بات کرنا ہے، ہو شاید متاثر دل گوش
پیر نے ہم سے کہا تھا کہ " یہ ہے رمز، خموش!
دو جہاں سے نہ اٹھے بار امانت بر دوش
دست تقدیر ہی میکش کو صدا دے شاید"

اے گل باغ وفا! غم کا مرے درماں کر
تھوڑی مے دے کے مجھے بندۂ نافرماں کر
مے کشی میری کسی سے بھی نہ کہہ، پنہاں کر
ایک غمزہ طرف حالت بے ساماں کر
تاکہ وہ شاہد دلدار، سرا دے شاید

یادگار اس کی، کہ جو منزل درویشاں ہے
درد عشاق قلندر کا یہی درماں ہے
منزل دل ہے، یہاں طیر حرم درباں ہے
حضرت روح قدس منتظر فرماں ہے
تاکہ درویش خرابات صلا دے شاید

ترجیع بند

نقطہ عطف

خم کھول کہ منتظر ہیں مستاں
مت دیکھ سوئے ہوا پرستاں

کر مجھ سے قبول رمز مستی — بن طفل بہ حلقہ دبستاں
آرام دہ گل صفا رہ — بن ابر بہاری گلستاں
تاریخ جمال کا ہو اک جز — سن گفتگوئے ہزار دستاں
پیمانہ اٹھا کہ نغمہ خواں ہو — جا، جانب بزم تنگدستاں

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی رہ

میں شاہد شہر آشنا ہوں
میں شاہ ہوں، عاشق گدا ہوں

فرماں دہ جمع عاشقاں ہوں — فرماں بر یار بے وفا ہوں
ہے شہر سے آگے میرا شہرہ — بازیچہ دور و آشنا ہوں
سرمست شراب ناب ہوں میں — میں کشتہ ہجر دلربا ہوں
سازندۂ دیر عاشقاں ہوں — بازندۂ رند بے نوا ہوں
نے سے ہی نہیں، زبان و دل سے — اور روح و رواں سے، نغمہ زا ہوں

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

اک راز ہے میری آستیں میں
یہ راز، نہیں ہے عقل و دیں میں

ہوں زمرۂ عاشقاں میں سرمست | میں کیوں پڑوں عار صلح و کیں میں
شامل صف طیر آسماں میں | ہوں حلقہ نملہ زمیں میں
سمجھے مجھے عاشقاں "چناں" میں | جانے مجھے سالکاں چنیں میں
دلباختہ جمال دلبر | بے لطف ہوں روضہ بریں میں
ہے غمزۂ گل رخاں نظر میں | کیوں گم رہوں ناز حور عیں میں
کہتی ہے یہ میری بے زبانی | ہوں محو، بتاں نازنیں میں

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

اک رند کے دل سے آہ نکلی
تھی اس کو تلاش دستگیری

لایا گیا اس کو پیر کے پاس — اور عشق سے اس نے توبہ کرلی
پھر لایا نہ لب پہ عشق کا نام — زندہ ہوا دل بہ فیض پیری
درویش صفت اگر نہیں تو — پھر خیر نہیں ہے تیرے دل کی
میخانہ نہیں ہے فخر کی جا — ہے جائے معاصی و خموشی
کہہ حلقہ دوستاں میں با ناز — آہستہ، مگر بصد دلیری

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

اے پیک صدائے آسمانی
اے رمز ندائے جاودانی

اے قلّۂ کوہ عاشق و عشق	اے مرشد ظاہر و نہانی
اے جلوۂ کامل انا الحق	در عرش بلند ایں جہانی
اے موسیٰ برق دیدۂ عشق	اے شاہد طور لا مکانی
اصل شجر اک ظہور تیرا	در پردۂ سرّ سر مدانی
کہہ دے کہ یہی ہے سرّ لاہوت	اے بزم قلندران فانی

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

دیکھے ہے نگاہ ابن آزر
مغرب سے طلوع حق کا منظر

گلشن ہے ترے فراق کی آگ اور برد و سلام سوز اخگر
پردہ رخ یار سے ہٹا دے دکھلا دے وہ روئے گل مصور
نور رخ گلعذار سے اب ہے شہر قلندراں منور
آشفتہ ہوئی جو زلف اس کی تھا گل کی طرح جہاں معطر
درویش کے گوش جان و دل میں کہہ دے یہی اک سخن مکرر

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

منجملہ سالکان درویش
کچھ رند صبور و دور اندیش

کچھ زاہد خشک، جام بر کف — وہ مے زدگان فارغ از خویش
زاہد تو بنے ہیں اور مے نوش ! — شکلیں علماء کی اور بد کیش
بیگانہ راہ دوست یہ لوگ — یا نوش ہے ان کے پاس یا نیش
اک جام میں فارغ جہاں ہیں — در خلوت میکشان دل ریش
ہیں لاف زنان کیف و مستی — بر پاک دلان مردہ، از پیش

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

قطعات واشعار پراگنده

جام چشم

روئے گل نے اس کے جب تاراج کی ہستی مری
چشم میگوں نے بڑھا دی اور کچھ مستی مری

اس کے غمزہ سے وہ بھڑکی آگ میری روح میں
سر کشی کردی تبہ، برباد کی پستی مری

اس نے اپنا گیسوئے پر خم جو جھٹکا ایک بار
خم کیا دونوں کو، قامت اور تر دستی مری

میری سمت آیا جو خم مے لیے تیزی کے ساتھ
میری ہستی ختم تھی اور گم تھی سر مستی مری

مایۂ ناز

ہاتھ میرا، تری زلفوں میں ہے بند آج کی رات
باخبر رہ، کہ میں ہوں پا بہ کمند آج کی رات

جاں کہا قیمت یک بوسہ لعل لب ہے
پھر سے بتلانا کہ ہے بوسہ بہ چند آج کی رات

لعل لب پر ترے، لب ہیں مرے، اے مایۂ ناز
مگس جان ہے پا بستۂ قند آج کی رات

نوش باد

پھیلی ساغر میں ترے رخ کی ضیا آج کی رات
مجھ سے صہبا نے کہا "جام اٹھا" آج کی رات

چنگ و ساغر، رخ دلدار، کنار گلشن
جو بھی اللہ سے مانگا وہ ملا آج کی رات

ناز پروردہ

سرو قد، سرو سہی سے بھی جو دلکش تر ہے
نوک مژگاں تری خونریز تر از خنجر ہے

میرے اشکوں سے جو پھر نوحؑ کا طوفاں اٹھے
اے خدا! ناخدا اس وقت مرا رہبر ہے

ناز پروردہ ہے تو، مصر کے بازار میں آج
طاق ابرو سے، ہو یوسف بھی، تو ارزاں تر ہے

آب زندگانی

زیبائش جمال ترے سرو قد سے ہے
اس سے سجا ہوا چمن کاشمر نہیں
آئینہ نظر میں مرے چشمہ حیات
شیریں دہن سے یار کے پاکیزہ تر نہیں
اس سر کو، جو نہ ہو ترے چوگاں کا گوئے خوب
چوگاں میں پھینک دوں کہ وہ کچھ بھی ہو سر نہیں
گر کچھ اگائے تخم محبت ترے سوا
میں جڑ سے کاٹ دوں گا کہ وہ باثمر نہیں
"ہندی" کے قلب زار میں تیرا نہال عشق
بے شور و سوز و آہ و فغاں بارور نہیں

بادہ

ماہ رمضاں ہے، مے و میخانہ گھر آیا
عشق و طرب و بادہ بوقت سحر آیا

مے سے جو کیا پیر خرابات نے افطار
میں بولا، ترے روزہ پہ برگ و ثمر آیا

ساغر سے وضو کر، کہ یہ ہے مذہب رنداں
ہو کر یہ عمل پیش خدا بارور آیا

ریجھے اگر نہ...

تحصیل علم کے لیے قسم کچھ برا نہیں
ریجھے اگر نہ سنگک نرم و کباب پر

موجود اگرچہ حوزۂ علمیہ ہے وہاں
موقوف ہے وہ خانِ فرنگی مآب پر
ہے رخ پہ کچھ بزرگوں کے پاکیزگی مگر
ہو منحصر نہ عینک با آب و تاب پر

گھنٹہ بجا! کہ آگیا وقت مطالعہ
کیا اونگھتا ہے بیٹھا ہوا فرشِ خواب پر

بلائے ہجراں

تجھ کو کیا، کیا ہجر میں حال دل محزوں ہوا
دل، جگر ہی پر نہیں موقوف، آنسو خوں ہوا

ہو گیا فرہاد سا، تیرے لب شیریں سے میں
جاں ہوئی کونین سے آزاد، دل مجنوں ہوا

پرزے پرزے میں ہوا، دل سے گئی تاب وتواں
تار گیسو تک ہی پہنچا تھا کہ دل مفتوں ہوا

گلبرگ تر

اے ماہرو کہ تجھ کو گلبرگ تر بنایا
کیوں خار سے بھی تیرا دل تیز تر بنایا

یہ حسن، یہ لطافت، لگتا ہے تو بہشتی
کیا تجھ کو از خمیر خاک پدر بنایا؟

زیبائی کا ثمر ہے بس ایک بوس شیریں
اے سرو! تجھ کو آخر بہر ثمر بنایا

برائے احمد

احمد سلیل پاک محمدؐ حبیب حق
اور خالق حمید ہے اس کا نگاہدار

ہے عرش بطن فاطمہؑ کا تارا فاطمہ — اور فاطر زمین و فلک اس کا سایہ دار
میوہ حسن نہال جناب حسنؑ کا ہے — محسن ہے اس کا اس کے لیے یار پائدار
یاسر ہے آل پاک حسنؑ اور حسینؑ سے — احساں کا راز اس پہ ہے ہر طرح آشکار
اک بوستان آل علیؑ کا ہے گل علی — اس کا علی کے ساتھ ہی عالی بھی ہے شعار
یہ پانچ تن ہیں حضرت احمدؐ کی نسل کے — ہر ایک کے شفیع ہیں محشر میں ہشت وچار

دختر نے میری چاہا کہ لکھوں میں "تازہ شعر"
میں نے کہا ہے "مِعر[1]" کہ رہ جائے یادگار

۱۔ اردو میں لفظ کا تابع مہمل پہلے حرف کو واؤ سے بدل کر بولتے ہیں جیسے قلم کو "ولم" اور شعر کو "وعر" اور فارسی میں پہلے حرف کو میم سے بدل کر بولتے ہیں جیسے قلم کو "ملم" اور شعر کو "مِعر"۔ یہاں لفظ معر، شعر کا تابع مہمل ہے۔ مترجم۔

نالہ ہزار

چمن میں بوئے نو بہار آئی سبزہ زار سے
ہے ابر، یا بہا ہے چشمہ چشم اشکبار سے
صدائے نالہ ہزار گونج اٹھی ہر طرف
ہزاروں آہیں نکلیں اک کلی کے قلب زار سے

استخارہ

بہار آ گئی، دستار زہد پارہ کرو
حضور پیر مغاں جاؤ، استشارہ کرو
عزیزو! دانہ انگور سے بنے تسبیح
بہ سوئے میکدہ جانا ہے، استخارہ کرو

پیام بلبل

چوما، جب باد بہاری نے لب سبزہ، بہ ناز
گل نسریں نے شقائق سے کہے صد ہا راز
شاخ گل سے ملا عاشق کو پیام بلبل
کھل گیا ہے در میخانہ عشاق نواز

کوثر

ساقیا! ساحل کوثر پہ میں تشنہ لب ہوں
تو ہے، اور ہجر سے میں قیدی تاب و تب ہوں
روز و شب، شام و سحر، رہتا ہے تو ساتھ، مگر
میں ترے ہجر رخ ماہ میں روز شب ہوں

دریائے وصال

مست صہبا ہوں ترا، اور ہوس باقی ہے
غرق ہوں وصل کے دریا میں، طلب پھر بھی ہے
نور خورشید کا پرتو ترے، کس جا پہ نہیں
جستجو کعبہ و بت خانہ میں کیوں ہوتی ہے

خراب چشم

تو یاد آیا، میں بیرون آشیانہ ہوا
خراب چشم کو دیکھا، خراب خانہ ہوا
تھے دیکھنا مجھے مہ طلعتان محضر شیخ
سنبھالا سبحہ تو محتاج دانہ دانہ ہوا

تکرار مکررات

باتیں ہیں یہ واہیات بس کر
تکرار مکررات بس کر

کر بند زبان یاوہ گوئی
رکھ دے یہ قلم دوات بس کر
دلدادۂ شہرت، اے فریبی!
بے ہودہ و زشت بات بس کر
دنیا کے لیے ہیں تیری باتیں
کیوں بکتا ہے مہملات بس کر
جا، اور ہمارا چھوڑ پیچھا
تکرار مکررات بس کر

تکرار مکررات بس کر
تکرار مکررات بس کر

مژدہ باد

دست مستی سے ملا ہے مجھے ساغر واللہ
کیا ہی مستی ہے یہ، کیا ہاتھ ہے، سبحان اللہ

مژدہ باد اہل حرم! ایک پرستندۂ بت
عازم خانہ کعبہ ہوا، اللہ اللہ

عبادت

سچ کہوں میں، عمر بھر میں نے نہیں کی بندگی
ہر عبادت ہے مری سرمایۂ شرمندگی

دعوئے ایاک نعبد جھوٹ سے آگے نہیں
پھر بھی میری جان و سر میں ہے ہوائے بندگی

حمد غیر حق کرے جو سلب دوران نماز
.. ..

علیؑ

بے نیاز دو جہاں ہوں بہ گل روئے علیؑ
دوست کے خُم سے جواں ہوں بہ خَم موئے علیؑ

طے کیا کرتا ہوں میں عرصہ ملک و ملکوت
یاد کرتا ہوں خرابات میں ابروئے علیؑ

میری بیٹی

فاطمی کی ہے طلب کہ کروں فاطمہؑ کی بات
میری زبان کیا کرے خیر النسا کی بات

جس کا پیام عرش سے جبریل لے کے آئے
کون اس کی شان سمجھے گا اللہ کے سوائے

ہے کون انبیا میں بجز خیر انبیاؐ
جو جانتا ہو، آئی تھی کیا وحیِ کبریا

اے سخت دل! اٹھالے بس اب میرے دل سے ہاتھ
ہے عشق میرا کیا، مری طینت کے ما سوا

دل خلیلؑ میں ہے صرف تیرے عشق کی آگ
غرض نہیں ہے فرشتے سے تیرے جویا کو

کعبہ سمجھیں جو ترے رخ کو وہ زندہ دل ہیں
مردہ دل وہ ہے جو طے کرتا رہے راہ حجاز

در پہ ساقی کے لگا آ مرا بستر جا کر
دست ساقی سے ملے جام، دوا ہو جائے

اک گرہ بھی ترے گیسو کی اگر وا ہو جائے
میرا سا زاہد دل گم شدہ رسوا ہو جائے

کوئی شاعر بھی اگر سعدی شیرازی ہے
میں نے اور تو نے یہ جو کچھ بھی کہا بازی ہے

جس کو بھی دیکھئے وہی اک تاب و تب میں ہے
عالم کا ذرہ ذرہ اسی کی طلب میں ہے

عمر تمام ہوگئی جستجوئے وصال میں
پھر بھی تو گر نہ راہ دے، سعی طلب سے فائدہ؟

ترے ابرو سا پیوستہ کوئی ابرو نہیں ملتا
ترے گیسو سے مشکیں تر کوئی گیسو نہیں ملتا
کوئی مجھ سے زیادہ زار و آشفتہ نہیں ہوگا

فراق گل میں بلبل نالہ و فریاد کرتی ہے

خوشبو ہے زلف یار کی باد بہار میں

فصل ضمیمه

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانه امام خمینی

قتیل دلبر

اسیر عشق ہوں، میں کوئی بادشاہ نہیں
قتیل دوست ہوں، یہ جاہ پیش شاہ نہیں
جو دیکھ لے کبھی آئینہ میں تو اپنا جمال
تو خود کہے، مرے عاشق کا کچھ گناہ نہیں
لوائے عشق ترا، میں نے دل کے گوشہ میں
کیا ہے نصب وہاں، جس کے آگے راہ نہیں
قسم ہے عشق کی، جو بھی ترا اسیر ہوا
اسے کہیں، ترے در کے سوا، پناہ نہیں

بت عشوہ گر

رندانہ تیرے کوچہ میں جانا اگر ملے
شاید کہ چشم مست کو تو جلوہ گر ملے

رکھ دوں میں رہن سبحہ و سجادۂ ریا
ساغر کے واسطے نہ اگر سیم و زر ملے

پھر اس کے بعد آئیں گے کیوں مدرسہ میں ہم
ہاں، اس لیے کہ کوئی بت عشوہ گر ملے

جاتا ہوں اس غرض سے میں مسجد کے صحن تک
تا کوئے مے فروش کوئی رہ گزر ملے

جور

کس جگہ ظلم رضا شاہ پہ ایراد کریں
کس سے شیطاں کے مقابل طلب داد کریں
دم تھا سینہ میں تو تھی بند رہ نالہ و آہ
سانس بھی اب نہیں باقی ہے کہ فریاد کریں

رہن بادہ

ناتمام غزل کا ایک شعر

بہار آئی ہے، سجادہ رہن جام کریں
ریائے شیخ کی ضد ہی میں پھر یہ کام کریں

شرح مختصر اصطلاحات

شرح مختصر اصطلاحات

— آب = عرفاء کی اصطلاح میں "فیض" و "معرفت" کے معنی میں ہے۔

— آبرو = کتب عرفان میں ان "الہامات غیبی" کے معنی میں استعمال ہوا ہے جو سالک کے دل پر وارد ہوتے ہیں۔

— آدم = آدم ابو البشرؑ تمام اسماء وصفات الٰہی کا جامع ہے۔ عرفاء کہتے ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے۔

— آشتی = اصطلاح اہل معرفت میں "وسائط قربت سے عبادات سالک کی قبولیت" مراد ہے۔

— آفاق = افق

— آفتاب = اصطلاح میں کبھی "حیات" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کبھی وجود (مطلق) کے معنی میں؛ دانش ومعرفت کے معنی میں بھی آیا ہے۔ اور اشراقات ربانی سے بھی کنایہ ہے۔

— آئینہ = "قلب انسان کامل" مراد ہے۔

— ابر = اس حجاب سے کنایہ ہے جو مانع وصول ہو۔

— ابرار = صالحین ونیکوکار۔ اصطلاح میں خدا کے وہ خاص بندے مراد ہیں جنھوں نے سیر الی اللہ کے مدارج طے کیے ہیں۔

— ابرو = صفت الٰہی کو، حاجب ذات ہونے کی وجہ سے، ابرو سے تعبیر کرتے ہیں۔
حاجب ابرو کو بھی کہتے ہیں اور مانع کو بھی۔

— ابلیس = "ابلاس" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نا امید کرنا۔ وہی ہے جس نے آدمؑ کو جنت میں فریب دیا۔ تکبر اور خودبینی کی علامت۔

— احوال = حال

— اختیار = جبر کی ضد۔ لیکن عرفا کی اصطلاح میں "بندہ اسی کو انتخاب کرے جو خدا اختیار کرے"۔

— اخلاص = لغت میں "خالص بنانا" اور اصطلاح میں عمل کو ہر شائبہ سے پاک وصاف رکھنا۔

— ارم = وہ باغ جو یمن کے مطلق العنان ظالم بادشاہ شداد نے صحرائے یمن (جنوب جزیرۃ العرب) میں خدا کی بنائی ہوئی حقیقی جنّت کے مقابلہ میں بنایا تھا۔ کبھی باغ ارم سے مراد وہ بہشت لی جاتی ہے جس کا وعدہ قرآن نے کیا ہے۔

— اژدہا = بہت بڑا اور خوفناک افسانوی سانپ، اصطلاح میں "نفس امارہ" سے کنایہ ہے۔

— اسامی = عرفان کے مصادر میں اسامی سے مراد اسمائے الٰہی ہیں۔

— اسرار = سرّ کی جمع۔ بمعنی راز۔ وہ خاص گفتگو جو مراد اور مرید کے درمیان ہوتی ہے۔ اور بمعنی اخص، خدا اور بندے کے درمیان راز۔

— اسفار = صدر المتالہین (ملا صدرا ؒ) کی مشہور کتاب۔ اب بھی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اصطلاح عرفان میں "خلق سے حق اور حق سے خلق کی طرف اور خلق سے حق اور حق سے خلق کیطرف روحانی سفر مراد ہیں۔

— **اسم اعظم** = بعض کہتے کہ تمام اسمائے الٰہی اسم اعظم ہیں ۔ کچھ علماء ۔ جن میں میبدی شامل ہیں ۔ کہتے ہیں کہ اسم اعظم مخلوق سے پوشیدہ ہے ۔ اور یہ خدا اور ولی خدا کے درمیان ایک راز ہے ۔ بعض کا کہنا ہے کہ اسم اعظم لفظ " اللہ " ہے ۔

— **اسمائے حسنیٰ** = اللہ کے اچھے نام ، اہل معرفت کہتے ہیں کہ اللہ کے سارے نام حسنیٰ (یعنی اچھے) ہیں ۔

— **اشارت** = لغت میں آنکھ یا انگلی سے کسی شخص یا چیز کا پتہ بتانا ۔ رمز میں کہنا ۔ اصطلاح میں عبارت والفاظ کے بغیر مراد کے بارے میں خبر دینا ۔

— **اصحاب طریقت** = لغت میں " یاران راہ " کو کہتے ہیں ۔ یعنی ہمسفر ۔ اور عرفاء کے نزدیک وہ لوگ مراد ہیں ۔ جو سلوک الی اللہ کے لیے مجاہدہ کریں ۔

— **اعتکاف** = گوشہ نشین ہونا ۔ گوشہ نشینی اختیار کرنا ۔ اصطلاح میں " عبادت وسلوک کی غرض سے علائق دنیا اور خواہشات نفسانی سے قطع تعلق کرکے گوشہ مسجد میں بیٹھنا ۔

— **افق** = لغت میں آسمان اور دنیا کے کنارے کو کہتے ہیں ۔ اصطلاح میں " افق مبین " مقام قلب ہے اور " افق اعلیٰ " نہایت مقام روح ۔

— **اکسیر** = لغت میں کیمیا کو کہتے ہیں یعنی وہ جوہر جو کسی جسم کی ماہیّت کو تبدیل کردے جیسے تانبے کو سونا بنا دے ۔ عرفاء کی اصطلاح میں " انسان " کو اکسیر کہتے ہیں (کیونکہ اسے خلافت الٰہیہ کا مرتبہ حاصل ہے) اور " انسان کامل " اکسیر اعظم کہتے ہیں ۔ نیز —— کیمیا

— **الا** = بجز ، سوائے ، مگر ۔ کلمہ طیبہ " لا الہ الا اللہ " کا ایک جز ہے ۔ مراد " وحدانیّت ذات حق پر ایمان کا مرتبہ " ہے ۔

— **الوان** = لون کی جمع بمعنی رنگ ۔ اہل طریقت نے لون سے خاص معنی مراد لیے ہیں ۔ جیسے سیاہ رنگ ،

مقام کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ اور رنگ آبی، تعینات اور صور مثالی کیطرف۔

— امام = لغت میں۔ بطور مطلق۔ پیشوا کو کہتے ہیں۔ اور امام۔ فی الجملہ۔ مقام خلافت الٰہیہ ہے۔

— امانت = لغت میں راستی، درست کاری، امین ہونا اور ودیعت کے معنی میں ہے۔ اہل معرفت کی اصطلاح میں اطاعت حق یا عدالت یا ولایت یا امامت مراد ہے۔

— انس = لغت میں خوگرفتن (عادت ڈالنا) اور اصطلاح عرفاء میں کمال محبوب کے مطالعہ سے باطنی لذت کا حصول۔

— انیّت = لغت میں "فقط خود کو دریافت کرنا" اور اصطلاح میں "اپنی طرف اس طرح توجہ کہ حق سے غفلت ہوجائے" مناسب ولازم ہے کہ بندہ کی انیّت فنا ہوجائے۔

— اہل دل = اہل معنی کو بھی کہتے ہیں۔ مقصود وہ لوگ ہیں جن کا دل انوار الٰہی سے نورانی ہوگیا ہو۔

— اہل نظر = اہل کشف وشہود مراد ہیں۔

— بادہ = لغت میں شراب کو کہتے ہیں۔ اور اہل عرفان کی زبان میں "پے در پے تجلیات سے جو جوش عشق پیدا ہو" اس اعتبار سے اسے "بادہ عرفان" بھی کہتے ہیں۔

— بادیہ = بیابان برہوت۔ اصطلاح میں دشوار گزار اور اطاعت شکن راہوں کو کہتے ہیں جو سالکان طریقت کو درپیش ہوتی ہیں۔ نیز ——— بیابان

— بار امانت = امانت

— باطن = یہ لفظ "ظاہر" کی ضد ہے۔ اور اسمائے الٰہی میں بھی شمار ہوتا ہے۔ لغت میں پنہان، اندرون اور ہر شے کے اندرونی حصہ کو کہتے ہیں۔

— باغ ارم = ارم

— بت = عربی میں صنم کہا جاتا ہے۔ عرفاء کی اصطلاح میں مقصود ومطلوب سالک، نیز " ہستی مطلق یعنی خدائے تعالیٰ کی مظہریت " مراد ہے۔ منفی رخ سے دوستی نفس کے معنی میں ہے۔

— بتخانہ = بت کی نگہداری کی جگہ۔ اصطلاح میں " باطن عارف کامل " مراد ہے جس میں شوق وذوق ومعارف الٰہیہ بہت ہوں۔

— بتکدہ = بتوں کی نگاہداری کی جگہ۔ اصطلاح میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو بتخانہ سے مراد ہوتا ہے۔ البتہ بتخانہ سے اخص ہے۔

— بحر = لغت میں دریا کو کہتے ہیں۔ ہستی مطلق سے کنایہ ہے اور وحدت وجود سے بھی۔ اسی طرح دریا انسان کامل کے معنی میں بھی آیا ہے۔ " ہستی مطلق " کو بھی اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ جہان وجہانیان اس کی امواج ہیں۔ " بحر ہستی " سے تجلیات قدسی الٰہی مراد ہیں۔

— بدنامی = اصطلاح اہل سلوک میں مرتبہ وحال ملامت کے معنی میں ہے اور غیر خدا سے قطع تعلق کی علامت ہے۔

— برزخ = لغت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ خصوصاً جو چیز دنیا وآخرت کے درمیان حائل ہو اسے برزخ کہتے ہیں۔

— برق = لغت میں کسی شے کا اچانک چمک اٹھنا۔ اور اصطلاح میں وہ نور ہے جو سالک کے سامنے آشکار ہوتا ہے اور اس کو۔ سیر فی اللہ کے اعتبار سے۔ قرب خدا کی پیشگاہ کی طرف بلاتا ہے۔

— بسط = لغت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔ قبض (سکڑنا) کی ضد ہے۔ اصطلاح اہل سلوک میں " عنایات جمال کے اثر سے انبساط قلب " کو کہتے ہیں۔

— بشارت = لغت میں ہر خوشخبری کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں "مژدۂ وصل محبوب" کو۔

— بصیرت = دیکھنا۔ اور اصطلاح عرفاء میں وہ قوت ہے جو دل کو نور قدسی سے منور کرتی ہے جس کے وسیلہ سے حقائق اشیاء کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

— بعد = لغت میں "دوری" کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں "مکاشفہ و مشاہدہ سے بندہ کی دوری" کو کہتے ہیں۔

— بلا = لغت میں گرفتاری اور آزمائش کو کہتے ہیں۔ اور عرفاء کی زبان میں "امتحان حق کا ظہور اپنے بندہ کی نسبت سے، اسے رنج و مشقت میں مبتلا کر کے"۔

— بوسہ = اہل عرفان کی اصطلاح میں "فیض و جذبہ باطن" کو کہتے ہیں۔

— بیابان = یہ لفظ اہل معرفت کی اصطلاح میں سالک کی حیرت و سرگردانی سے کنایہ ہے اور مقام "حیرت" کی علامت ہے۔

— بے خودی = اہل عرفان کی اصطلاح میں مقام سکر (سرمستی و مدہوشی) ہے جس میں سالک کو اپنی ذات میں شہود حق کے اثر کا ادراک نہیں ہوتا۔

— بیدل = دل اپنے ہاتھ قابو سے دیدینے والے کو کہتے ہیں۔ جو عاشقی و شیدائی سے بے شعور ہو۔

— بے رنگی = اس مقام اور اس عالم کو کہتے ہیں جہاں تمام تعینات ختم ہوجاتے ہیں اور دوئی اور کثرت کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

— بیماری = اصطلاح عرفاء میں سالک کے قلبی وروحانی قلق وانزعاج (بے آرامی) کو کہتے ہیں۔

— پاکبازی = سالک جو کچھ حاصل کرے اس سے دل نہ لگائے اور اسے راہ خدا میں قربان کردے۔

— پردہ = وہ حجاب اور موانع جو عاشق و معشوق کے درمیان ہوں۔ اور ہر وہ شے جو مطلوب کو پوشیدہ کردے۔

— پیالہ = مشروبات کو پینے کے لیے جو ظرف استعمال ہو۔ اہل سلوک کی اصطلاح میں محبوب سے کنایہ ہے اس وقت جب آثار کی تجلی کا مطالبہ کریں۔

— پیر = کبھی "مرشد" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی "قطب" کے معنی میں۔ "عقل" اور "رند خراباتی" کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

— پیر خرابات = "مرشد کامل" سے عبارت ہے جو مرید کو رسوم و عادات کے ترک کرنے کے لیے کہے۔ اور فقر و غنا کی راستہ پر لگائے۔

— پیر مغاں = پیر طریقت کو کہتے ہیں۔ اور "رہبر کامل روحانی" سے کنایہ ہے۔

— پیمانہ = لغت اس ظرف اور کاسہ کو کہتے ہیں جس سے چیزوں کی مقدار کا اندازہ کریں۔ یا اس میں پئیں۔ اصطلاح میں دل عارف مراد ہے جس میں انوار غیبی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

— تاب زلف = اصطلاح میں اسرار الٰہیہ کو پوشیدہ رکھنا۔ اور طریقت کی مشقتوں کو بھی مراد لیا گیا ہے۔

— تجرید = لغت میں تنہا چھوڑ دینا اور تنہائی کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں "ما سویٰ اللہ سے سالک کے قلب و روح کا خالی ہونا" مراد ہے۔

— تجلّی = لغت میں ظاہر ہونا۔ جلوہ کرنا۔ اور اصطلاح میں وہ انوار غیبی مراد ہیں جو دل سالک پر آشکار ہوتے ہیں۔ ایک تعبیر کے مطابق تجلّی "سالک میں افعال و اسماء و صفات الٰہی کے ظہور" سے عبارت ہے۔

— تسبیح = خدا کو مادی صفات و تعلقات و صفات اور ان چیزوں سے پاک و منزہ جاننا جو مقام الوہیّت کے منافی ہیں۔

— تقدیر = لغت میں اندازہ کرنا اور مقدار معین کرنا۔ اور قضا وفرمان معین الٰہی۔ اصطلاح میں "ترک اختیار" مراد ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

— تلبیس = پوشیدہ کرنا۔ پنہاں کرنا اور مکر کرنا۔ اور کسی چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف لوگوں کو دکھانا۔

— توبہ = لغت میں واپس آنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں حکم خدا کی مخالفت سے موافقت کیطرف واپس آنے کو کہتے ہیں۔

— توفیق = لغت میں "اسباب کو موافق کرنا"۔ اصطلاح میں "خدا کا بندہ کے کاموں میں ایسی چیز قرار دینا جس سے وہ راضی ہے اور اسے پسند کرتا ہے۔

— توکل = لغت میں تکیہ کرنا۔ اور دوسرے پر اعتماد کرنا۔ اصطلاح میں جو کچھ اللہ کے اختیار میں ہے اس پر اعتماد کرنا اور جو کچھ بندوں کے ہاتھ میں ہے اس سے ناامید رہنا۔

— جام = بمعنی احوال۔ "تجلیات الٰہیہ کی جلوہ گاہ" اور "انوار لامتناہی کے مظاہر" کو بھی کہتے ہیں۔

— جان = جان سے مراد روح انسانی، نفس رحمانی اور تجلیات حق ہیں۔

— جاناں = لغت میں معشوق ومحبوب کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں "صفت قیومی کے ساتھ ذات جلیل الٰہی کو کہتے ہیں۔

— جان جہاں = جاناں کا ہم معنی ہے۔ استغنائے مطلق کے اعتبار سے ذات حق مراد ہے۔

— جبروت = لغت میں عظمت وبزرگی کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں جہاں ملک وملکوت کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ جسے عالم اسماء وصفات بھی کہا جاتا ہے۔

— جَبَل = لغت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں مظہر حق تعالیٰ کو۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے

خدا کو تجلی کے ذریعہ کوہ طور پر مشاہدہ کیا ۔

— جذبہ = لغت میں کشش اور گیرائی کو کہتے ہیں ۔ اور اصطلاح میں بندہ کا اللہ سے تقرب بغیر ان منازل ومراحل کو طے کیے ہوئے جو سلوک میں طے کی جاتی ہیں ۔

— جرس = لغت میں گھنٹی اور نرم آواز کو کہتے ہیں ۔ اس گھنٹی کو بھی کہتے ہیں جو قافلہ میں گھوڑے یا اونٹ کی گردن میں باندھتے ہیں ۔ اصطلاح میں "قہر وجلال کے ساتھ خطاب الٰہی" مراد ہے ۔

— جرعہ = پانی یا کسی اور مشروب وغیرہ کا ایک گھونٹ ۔ اصطلاح میں ان احوال کے اسرار ومقامات کو کہتے ہیں جو سلوک میں سالک سے مخفی ہوں ۔

— جلوہ = تجلی

— جمال = لغت میں خوش روئی، خوبصورتی اور اچھا ہونا ۔ اصطلاح میں "معشوق کا اپنے کمالات کو از رہ لطف ظاہر کرنا تاکہ عاشق کی طلب اور رغبت میں اضافہ ہو" ۔

— جنّت = لغت میں بہشت کو کہتے ہیں اور اصطلاح عرفاء میں "مقام تجلیات" کو ۔

— جنوں = لغت میں دیوانگی کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں "احکام عشق کی صفات عاشق پر فتح کو کہتے ہیں جو "مقام محفوظ" ہے ۔

— جہل = لغت میں نادانی کو کہتے ہیں ۔ اور عرفاء کی اصطلاح میں "مرگ دل" کو کہتے ہیں جو فہم حقائق سے دور ہو ۔

— چاہ زمزم = مکہ میں ایک کنواں ہے ۔ اہل معنی کے نزدیک "عین الیقین" سے کنایہ ہے ۔

— چاہ کنعان = وہ کنواں جس میں برادران یوسفؑ نے یوسفؑ کو ڈال دیا تھا اور اہل معرفت کی

اصطلاح میں "جہان تاریک وظلمانی" سے کنایہ ہے ۔

- چشم = اصطلاح سالکان واہل عرفان میں شہود حق کی طرف اشارہ ہے ۔

- چلیپا = لغت میں صلیب (ثائی ۔ نکٹائی) کو کہتے ہیں جو نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی شبیہ کے ساتھ اپنے گلے میں آویزاں کرتے ہیں ۔ ادب عرفانی میں زلف معشوق سے کنایہ ہے ۔ اور مظہر جلال الٰہی سے ۔

- چنگ = ۴۶ تاروں پر مشتمل ایک نہایت قدیم ساز جو انگلیوں سے بجایا جاتا ہے ۔ ادب عرفانی میں اصولاً آلات موسیقی میں سے ہر ایک کے لیے ایک راز اور رمز ہے اور اس سے "عالم ملکوت کیطرف التفات دل" مراد ہے ۔

- چہرہ = اصطلاح اہل باطن میں ان تجلیات کو کہتے ہیں جن کی کیفیّت سے سالک آگاہ ہوجائے اور اس کا علم ان کے بارے میں باقی ہو ۔

- حال = لغت میں کیفیّت اور حالت کو کہتے ہیں ۔ اور اصطلاح میں بغیر قصد واکتساب دل میں وارد ہونے والی شے کو کہتے ہیں ۔

- حجاب = پردہ

- حسن = لغت میں خوبی اور جمال کو کہتے ہیں ۔ اور اصطلاح میں ایک ذات میں کمالات کے جمع ہونے کو کہتے ہیں ۔ اور یہ خدا کے علاوہ کسی کے لیے ممکن نہیں ۔

- حق = باطل کی ضد ، سزاوار ہونا ۔ اصطلاح میں وجود مطلق سے عبارت ہے ۔

- حکمت = لغت میں دانائی اور معرفت کو کہتے ہیں ۔ اصطلاح میں چیزوں کے حقائق ، اوصاف ، خواص اور احکام کو اسی طرح جاننا جس طرح وہ ہیں ۔

- خال = کثرت کا مبدا بھی وحدت ہے اور منتہا بھی ۔ خال اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اصطلاح اہل عرفان میں نقطہ وحدت بھی وہی ہے ۔

- خانقاہ = وہ جگہ جہاں صوفی آتے ہیں اور شور وفریاد کے ساتھ ذکر خدا کرتے ہیں ۔ اور چونکہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ ظاہر ہوتا ہے ۔ لہذا اہل معرفت نے برابر انھیں نشانہ ملامت بنایا ہے ۔

- خضر = خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے ایک ۔ بعض علماء نے انھیں پیغمبران بنی اسرائیل میں قرار دیا ہے اور بعض نے نیک بندوں میں ۔ قرآن کے ارشاد کے مطابق (کہف / ۶۵) حضرت موسیٰؑ خدا کے حکم سے خضر کے پاس گئے تا کہ ان سے علم حاصل کریں ۔ البتہ قرآن میں ان کا نام نہیں آیا ۔ اصطلاح عرفاء میں بھی اس پیر طریقت کو کہتے ہیں جو زندہ ہے جو سالک کی آب حیات تک ۔ جو ظلمت میں ہے ۔ راہنمائی کرتا ہے ۔

- خفاش = چوہے کی طرح کا ایک پستان رکھنے والا جانور جو اڑ سکتا ہے (چمگاڈر) مجازاً ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو دریافت حق سے ۔ چاہے روشن اور واضح ہو ۔ قاصر ہیں ۔

- خلوت = لغت میں " غیر سے خالی جگہ " اور " تنہائی " کو کہتے ہیں ۔ اصطلاح میں " بندہ کا خدا سے تنہائی میں راز کہنا اور اس کی یاد کے علاوہ کسی کی یاد کو دل میں راہ نہ دینا ۔ شریعت اسلام میں دوسرے مذاہب کے برخلاف ۔ خلوت اختیار کرنے اور اس جیسے امور میں افراد وتفریط کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔

- خُم = لغت میں اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں شراب یا سرکہ ڈالتے ہیں (مٹکا) ۔ اور مٹی سے بنا ہوا ہوتا ہے ۔ اصطلاح اہل ذوق میں " آغاز "" لوگ " سے کنایہ ہے کہ اس وقت سالک خم کی طرح جوش وخروش میں ہوتا ہے ۔

- خمار = لغت میں مے فروش کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں پیر کامل اور مرشد واصل کو ۔

- خمخانہ = شراب کے خم محفوظ رکھنے کی جگہ ۔ ادباء عارف " قلب میں عالم تجلیات ظاہر " اور

"تجلیات واستقرار عشق کی جگہ" کو خمخانہ کہتے ہیں ۔

- خودبینی = لغت میں خود خواہی، خود پسندی اور اپنا شیفتہ ہونے کو کہتے ہیں ۔ عرف عرفانی میں خدا بینی کی ضد ہے ۔

- خورشید = اہل معرفت کی اصطلاح میں ان انوار کو کہتے ہیں جو تجلیات الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں ۔ نیز "مقام وحدت" مراد ہے ۔ جیسا کہ "ماہ" سے کثرت کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے ۔

- خوف = یعنی ڈر ۔ طریق آخرت کے منازل ومقامات میں سے ایک ہے ۔ "خائف" وہ ہے جو صرف خدا سے اور اپنی بد اعمالی اور بد نیتی سے ڈرے ۔

- خیال = لغت میں پندار و گمان کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں دل سالک پر خواطر نفسانی کے غلبہ کو کہتے ہیں ۔

- خیمہ = لغت میں چادر اور سرا پردہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاح عرفاء میں مرتبہ حجاب وجہان وجود مراد ہوتا ہے ۔

- دائرۂ وجود = اصطلاح عرفاء میں "جہان وجود" اور "مقام عشق" مراد ہوتا ہے ۔

- درویش = لغت میں بے نوا اور فقیر کو کہتے ہیں ۔ اور اصطلاح اہل عرفان میں وہ شخص ہے جو دنیا اور تعلقات دنیا کی طرف اعتنا نہ کرے ۔

- دست = اصطلاح میں صفت قدرت حق کو کہتے ہیں ۔

- دست افشاندن = اظہار وجد ومسرت ۔ اصطلاح اہل عرفان میں ترک دنیا سے کنایہ ہے ۔

- دل = وہی قلب جو عرفاء کی اصطلاح میں اسرار الٰہی کا محل ومخزن ہے ۔ نفس ناطقہ کے معنی میں بھی آیا ہے ۔

- دلبر = لغت میں وہ ہے جو دل لے جائے ۔ اور لسان عرفاء میں اسے کہتے ہیں جس کی تجلیات کے اثر سے دل نورانی ہوجائے ۔

- دلدار = لغت میں اسے کہتے ہیں دل جس کے پاس رہن رکھا ہو ۔ مجازاً معشوق کو کہتے ہیں ۔

- دیر = زاہدوں اور راہبوں کی قیام گاہ ۔

- دیر مغان = وہ جگہ جہاں زردشتی اہل روحانیّت جمع ہوتے ہوں ۔ ادب عرفانی میں مجلس اہل معرفت سے کنایہ ہے ۔

- دیو = ایرانی اساطیری (دیومالائی) کہانیوں کا ایک فرضی وافسانوی موجود جو برائیوں اور خرابیوں کی علامت ہے ۔ فارسی میں شیطان جیسا ہے اور صفات رذیلہ کا حامل ۔

- دیوانہ = دیو زدہ (جس پر دیو نے اثر کیا ہو) مجنون ۔ ادب عرفانی میں وہ شخص مراد ہے جو عشق اور وادی سلوک میں والہ وسرگشتہ ہو ۔

- دیوانگی = اصطلاح میں عشق کے فیصلہ کے سامنے عاشق کی خود سپردگی کی انتہا ۔

- ذکر = لغت میں یاد کرنے کو کہتے ہیں ۔ اور اخلاق وعرفان کی اصطلاح میں زبان یا دل سے خدا کو یاد رکھنا مراد ہے ۔ دوسری تعبیر میں " دل پر اس کا مستولی ہوجانا جس کا ذکر کیا جائے " ذکر کی کئی قسمیں ہیں ۔

- ذوق = لغت میں چکھنا ۔ اصطلاح میں اس حالت کو کہتے ہیں جو تجلّی کا ثمرہ اور ارادت کا نتیجہ ہے ۔

- ربّ الارباب = ارباب، ربّ کی جمع ہے ۔ اور ربّ کے معنی ہیں پروردگار اور صاحب ۔ ربّ الارباب سے مراد صرف ذات اقدس الٰہی ہے ۔

- رضا = لغت میں اس کے معنی ہیں خوشنودی۔ اور اصطلاح میں "احکام قضا وقدر کی تلخی کو برداشت کرنا اور ان سے ناگواری کو رفع کرنا" ایک تعبیر کے مطابق "رضا۔ جو مقام واصلان ہے۔ خوشنودی نفس سے نکلنا اور رضائے حق کی طرف پلٹ آنا" ہے۔

- رقص = حرکات خاص جو درویش لفظوں کے شرائط کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور ان کو "سماع" بھی کہتے ہیں۔ اصطلاح عرفاء میں "سیر سالک بہ سوئے کمال" سے کنایہ ہے۔

- رمز = امر پوشیدہ۔ اصطلاح عرفاء میں معانی باطنی کو کہتے ہیں جو کلام ظاہر میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور نامحرمان راز کی دسترس سے باہر ہیں۔

- رند = لغت میں زیرک کو کہتے ہیں۔ لاابالی اور بے قید کو بھی کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں وہ شخص مراد ہے جس نے ہر قسم کی کثرت، تعینات ظاہری، امکانی، اعیان وصفات کو خود سے دور کردیا ہو۔

- روی = چہرہ۔ اصطلاح میں ان تجلیات کو کہتے ہیں سالک جن کی کیفیّت سے آگاہ ہوجائے اور ان کا علم اس میں باقی رہے۔

- ریا = لغت میں دو رخی اور خود کو نیک ظاہر کرنا۔ اور اصطلاح میں "عبادات ظاہری و باطنی میں مخلوق کی طرف نظر رکھنا اور حق سے دور رہنا"۔

- زاہد = جو شخص دنیا سے رو گرداں رہے۔ اور اس کی مذموم تعبیر "وہ پارسا ہے جو ظاہر شریعت کو تو لیے ہو مگر اس کے باطن سے بے خبر ہو۔

- زلف = وہ بال جو کانوں کے ارد گرد اور پیشانی کے اوپر اگتے ہیں۔ اور یہ کنایہ ہے "غیب ہویت سے، جس تک پہنچنے کی کسی کے لیے راہ نہیں ہے۔

- زنار = صلیب سے ملا ہوا ایک ڈورا جسے نصاریٰ اپنی گردن میں آویزاں کرتے ہیں۔ اصطلاح میں "علامت یک رنگی" اور "راہ یقین کی متابعت" مراد ہے۔

- زہد = لغت میں کسی شے سے روگردانی کرنا ۔ اور اصطلاح میں " ترک نعمات دنیا و آخرت اور ان کی طرف راغب نہ ہونا " کچھ اس سلسلہ میں تظاہر کرتے ہیں ۔

- ساغر = پیالہ شراب کو کہتے ہیں ۔ متون عرفانی میں اس سے مراد دل عارف ہے جس میں انوار غیبی کا مشاہدہ ہوتا ہے ۔

- ساقی = پانی پلانے والا ۔ وہ شخص جو ساغر میں شراب انڈیلے ۔ ادب عرفانی میں فیاض مطلق سے کنایہ ہے ۔ اور کبھی مجازاً امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو بھی کہا گیا ہے ۔ کبھی مرشد کامل کو بھی بطور استعارہ ساقی کہتے ہیں ۔

- سالک = چلنے والا ۔ عرفان کی اصطلاح میں وہ شخص ہے جو مسلسل خدا کی طرف سیر میں مشغول ہو ۔

- سایہ = جہان ظاہر اور دنیائے اعراض سے کنایہ ہے ۔ توجہ اور التفات کو بھی کہتے ہیں ۔

- سبو = کوزہ کو کہتے ہیں ۔ اور " جام وحدت " سے کنایہ ہے کہ منبع فیض مطلق سے ہر ایک کو اس کا حصہّ ملا ہے ۔

- سحاب = ابر ۔ فیض الٰہی سے کنایہ ہے ۔

- سحر = نصف شب اور طلوع آفتاب کے درمیان ایک وقت ۔ سالک کے مقام راز و نیاز کو سحر کہتے ہیں ۔ انوار حق کی تابانی کو بھی سحر کہتے ہیں ۔

- سدرۃ المنتہیٰ = بیری کا درخت جو آخر میں ہو ۔ بہشت الٰہی کا ایک درخت ۔

- سراب = ایسی جگہ جس پر پانی ہونے کا دھوکہ ہو ۔ اہل معنی کی اصطلاح میں دنیا اور دنیا کے سرمایہ سے کنایہ ہے ۔

- سرگشتہ = وہ سالک جو طریق وصال حق میں شیفتہ وحیران ومفتون ہے۔

- سروش = پیغام پہنچانے والا۔ ہاتف غیبی۔

- سفر = اصطلاح میں پروردگار کی طرف دل کی توجہ اور قیام۔ اور "سیر" کا مرادف وہم معنی ہے۔

- سفینہ = کشتی۔ پیکر آدمی سے کنایہ ہے۔

- سکر (مستی) = عرفاء کی اصطلاح میں "ظاہری وباطنی قیود کا ترک اور حق کی طرف توجہ" مراد ہے۔

- سلوک = چلنا۔ اور عرفان کی اصطلاح میں سالک راہ حق کا خاص مدارج کو طے کرنا تاکہ مقام وصل وفنا تک پہنچ جائے۔

- سماع = سننا۔ سرور اور پاکوبی و دست افشانی کے معنی میں بھی آیا ہے۔

- سیل = اصطلاح اہل عرفان میں "دل سالک پر غلبہ احوال" مراد ہے۔

- سینہ = اصطلاح عرفاء میں صفت علم الٰہی کو کہتے ہیں۔

ASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST
کتابخانہ

- شاہد = گواہ۔ اصطلاح میں تجلی کو کہتے ہیں۔ اور مرد کامل، مرشد اور ولی کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

- شب قدر = وہ رات جس میں قرآن کریم نازل ہوا اور جو "ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔ اہل عرفان کی اصطلاح میں وہ رات ہے جس میں سالک تجلیات خاص تک پہنچتا ہے اور معرفت میں پہنچنا شروع ہوجاتا ہے۔

- شراب = می۔ بادہ۔ ادبیات عرفانی میں مطلق استعمال ہو تو مستی محبت اور جذبہ حق سے کنایہ ہے

مستی کے ذوق و عشق کو بھی شراب سے تشبیہ دی گئی ہے۔

- **شراب معرفت** = بادۂ خدائی، شراب الٰہی اور شراب فضیلت مراد ہے۔ وہ معرفت بھی مراد ہوتی ہے جو خدا جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

- **شطح** = وہ باتیں جو وجد اور بے خودی کے عالم میں اہل معرفت کی زبان سے نکلتی ہیں اور جن کا سننا ارباب ظاہر پر سخت گراں گزرتا ہے۔ اور بد گمانی وانکار کا سبب ہوتا ہے۔

- شفا = پانچویں صدی کے عظیم دانشمند ابو علی سینا کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اور منطق، طبعیات، ریاضیات والہیات پر شامل ہے۔

- شکر = شکریہ ادا کرنا۔ سپاس گزاری۔ اخلاق وعرفان میں دل وزبان سے نعمتوں کا اعتراف مراد ہے۔

- شمع = نور خدائے تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ نیز وجود آدمی۔ باطن۔ عمل باطنی اور آدمی کا عمل نیک وبد بھی مراد ہوتا ہے۔

- شور = لغت میں آشوب وفریاد کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں عارفوں اور سالکوں کی اس مخصوص حالت کو کہتے ہیں جو دوام حضور کا نتیجہ ہے۔ یا ایک حال ہے جو زیادہ تر سماع کے وقت عارض ہوتا ہے۔ نیز ایران کی اصلی موسیقی کی، دستگاہوں میں سے ایک۔

- شوق = لغت میں آرزومندی اور میل خاطر کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں "خالص میلان" اور "تجلیات سے انس" مراد ہے۔

- شہود = حاضر ہونا۔ کسی چیز کو دیکھنا۔ اصطلاح میں "رؤیت حق" کو کہتے ہیں۔ اور "عالم شہود" سے عالم شہادت مراد ہے۔

- شہید = وہ شخص جو راہ خدا میں مرتبہ شہادت تک پہنچا ہو۔ ادبیات عرفانی میں وہ شخص مراد

ہے جو " پرتو تجلیات معشوق میں محو " ہو۔

- شیخ = مرد کہن سال کو کہتے ہیں۔ اور پیر، مرشد، مراد اور بزرگ قوم کے معنی میں بھی آیا ہے۔

- شیدا = عشق عاشقی کے جوش کی شدت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے عاشق خود کو فراموش کردے۔

- صاحب الزمان = صاحب وقت وحال۔ وہ شخص جو زمانہ کے حکم اور گزشتہ و آیندہ کی تبدیلیوں سے بالاتر ہو کر حقائق امور سے آگاہ ہو۔ نیز پیشوائے شیعیان، ولی وحجت خدا حضرت ولی اللہ الاعظم امام عصرؑ کا لقب ہے۔

- صاعقہ = ایک قسم کی آگ جو ابر سے زمین پر گرتی ہے۔ اصطلاح عرفاء میں محبت کا وہ شعلہ مراد ہے جو ایک لحظہ میں محب کو جلا دیتا ہے۔

- صبا = وہ ہوا جو مشرق کی سمت سے چلتی ہے۔ دبور کی ضد (جو مغرب کی سمت سے چلتی ہے) اصطلاح میں عنایات ونفحات رحمانی کو کہتے ہیں۔

- صبر = لغت میں تحمل، شکیبائی اور برداشت کرنے کے معنی میں ہے۔ اصطلاح میں "غیر خدا سے سختی بلا کے وقت شکایت نہ کرنا" مراد ہے۔

- صحبت = اہل معرفت کی اصطلاح میں وحدت وتفرد کی ضد ہے۔ صحبت کا شمار آداب طریقت میں ہوتا ہے۔

- صحو = لغت میں ہوشیاری کو کہتے ہیں۔ صحو اور سکر بندہ کی دو صفتیں ہیں۔ اور بندہ خدا سے اس وقت تک محجوب رہتا ہے جب تک اس کے اوصاف فنا نہ ہوجائیں۔

- طوبیٰ = جنّت کے ایک درخت کا نام ہے۔ اصطلاح میں "مقام طوبیٰ" "مقام انس بہ خدا" ہے۔

- طور = طورِ سینا یا طورِ سینین ۔ جسے کوہ بیت المقدس بھی کہتے ہیں ۔ اور فلسطین میں واقع ہے ۔ خدا نے اسی کوہ پر موسیٰؑ کو تجلی دکھائی ۔ اس سینہ سے بھی کنایہ ہے جو اسلام سے کشادہ ہو ۔

- ظلمت آباد = عالمِ سِفلی اور جہان طبیعت سے کنایہ ہے ۔

- ظلمات = تاریکیاں ۔ ظلمت کی جمع ۔ کہتے ہیں کہ اس سے مراد دنیا ہے جو تاریخ اور ظلمانی ہے ۔

- ظہور = کسی چیز کے ظاہر ہونے اور دکھائی دینے کو ظہور کہتے ہیں ۔ ظہور حق سے مراد تجلی حق ہے ۔

- عارف = پہچاننے والا ۔ اصطلاح اہل عرفان میں وہ شخص ہے جو مرتبہ شہود ذات واسماء وصفات حق تک پہنچا ہوا ہو ۔

- عرفان = پہچان ۔ پہچاننا ۔ شناخت ۔ اصطلاح میں وہ راہ وروش مراد ہے جو طالبان حق اور سالکان طریقت مقصود تک پہنچنے اور حق کو پہچاننے کے لیے اختیار کرتے ہیں ۔

- عاشق = اہل سلوک کی اصطلاح میں جو بندۂ حق تعالیٰ کو کہتے ہیں جو محبوب حقیقی کے ما سوا کسی کی طلب و جستجو نہیں رکھتا ۔

- عاکف = اعتکاف کرنے والا ۔ (اعتکاف کے معنی بیان ہو چکے) نیز ___ اعتکاف

- عشق = حد سے بڑھی ہوئی محبت ۔ عرفان میں " طلب تمام کے ساتھ دوستی حق " کو کہتے ہیں ۔ اہل معرفت کے نزدیک تمام ہستی، وجود کائنات اور حرکت افلاک عشق کی پیداوار ہے ۔

- عید = جشن ۔ روز جشن ۔ اصطلاح میں وہ چیز جو تجلی جمال سے قلب سالک پر عاید ہوتی ہے ۔

- غمزہ = اس حالت کا نام ہے جو معشوقوں کے آنکھ کو جھپکانے اور آنکھ کھولنے سے ظاہر ہوتی ہے ۔ اصطلاح میں آنکھ جھپکانے سے عدم التفات اور آنکھ کھولنے سے التفات اور دلنوازی سے کنایہ ہے ۔

۔ فغاں = لغت میں نالہ وفریاد کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں احوال درونی کو ظاہر کرنا مراد ہے ۔

۔ فقر = لغت میں درویشی ونا داری کے معنی میں ہے اور عرفاء کی اصطلاح میں "ما سوی اللہ سے کلی طور پر خالی ہوجانا" مراد ہے ۔

۔ فکر (تفکر) = اصطلاح عرفاء میں آثار صنعت الٰہی کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کے بارے میں غور وفکر کرنا ۔

۔ فنا = لغت میں نیستی ۔ محو ہونا ۔ مٹ جانا اور اصطلاح میں بندہ کا حق میں فنا ہوجانا ۔ بایں معنی کہ بندہ کی بشریت ربوبیّت حق میں محو وفانی ہوجائے ۔

۔ فیض = لغت میں بہتات اور بخشش کے معنی میں ہے ۔ اور اہل معنی کی اصطلاح میں الہام کے ذریعہ دل میں کوئی بات ڈال دینا ۔

۔ قاب قوسین = لغت میں دو کمانوں کے فاصلہ کو کہتے ہیں ۔ اور قرآن کریم (نجم / ۹) سے ماخوذ ہے ۔ اصطلاح اہل عرفان میں مقام قرب الٰہی کیطرف اشارہ ہے ۔

۔ قبض = لغت میں قبضہ کرنے کے معنی میں ہے ۔ اور اہل سلوک کی اصطلاح میں وہ ناگوار حالت ہے جو بسط کی ضد ہے ۔ اور ہیبت جلال کا نتیجہ ہے ۔

۔ قطب = کسی چیز کی میزان ۔ اور جس پر کوئی چیز قائم ہو ۔ بزرگ وسردار قوم ۔ اصطلاح میں اہل طریقت کے بڑے رہبر کو کہتے ہیں ۔

۔ قلندر = لغت میں بے پروا اور لاقید کو کہتے ہیں ۔ اصطلاح اہل سلوک میں وہ شخص ہے جس نے خود کو دونوں جہان سے آزاد کرلیا ہو اور تجرید وتفرید میں کمال کو پہنچ گیا ہو ۔ اور تخریب عادات وعبادات میں کوشاں ہو ۔

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

- کاسہ = جام معرفت اور ساغر محبت سے کنایہ ہے جو سالکان الیٰ اللہ کو بادۂ وحدت سے سرمست کردیتا ہے۔

- کامل = وہ شخص ہے جو "خود" سے فانی اور بقائے حق میں باقی ہو۔

- کرسی = لغت میں امر ونہی خدا، اور اس کے ملک وتدبیر وقدرت کے مقام کو کہتے ہیں اور اس کے علم کو بھی۔ اصطلاح میں "عالم تجلی صفات خاص" مراد ہے۔

- کرشمہ = لغت میں ناز وغمزہ اور اشارۂ چشم کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں تجلی جلالی کو۔

- کشف = لغت میں پردہ اٹھانے اور برہنہ کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح عرفاء میں اس شے کے ظہور کو کہتے ہیں جو مخفی ہو۔

- کعبہ = عرف میں یہ خانہ خدا ہے جو مکہ میں ہے۔ اور جن میں استطاعت ہوتی ہے وہ وہاں جاتے ہیں۔ اصطلاح میں "مقام وصل" کو اور "حق تعالیٰ کیطرف توجہ والتفات دل" کو کہتے ہیں۔

- کلیسا = نصاریٰ کی عبادت گاہ۔ اصطلاح میں کلیسا اور کنشت عالم معنی سے کنایہ ہے۔

- کنار = لغت میں آغوش اور وصال کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح اہل سلوک میں دریافت اسرار اور دوام مراقبت کو۔

- کنشت = یہودیوں کی عبادت گاہ۔ اصطلاح میں مقام ظہور کو کہتے ہیں۔ نیز عالم معنی سے کنایہ ہے۔

- کوہ = جبل۔

- کوئے خرابات = مقام فنا و بے خودی مراد ہے۔

[library stamp]

— کوئے میکدہ = نیز ـــــ کوئے خرابات ۔

— کیمیا = ایک پرانا علم جسے آج کل " شیمی " کہتے ہیں ۔ پہلے لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایک ایسا مادہ دریافت کریں گے جو ماہیت جسم تبدیل کرنے میں مؤثر ہو گا ۔ جیسے تانبے کو سونا بنا دے گا ۔ اس خیالی مادہ کو کیمیا کہتے تھے ۔ اصطلاح میں انسان کامل سے کنایہ ہے ۔

— کیمیائے سعادت = اہل معنی کی اصطلاح میں تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس کو کہتے ہیں ۔

— گوہر = لغت میں اصل، نژاد کو کہتے ہیں ۔ ایک قیمتی پتھر کو بھی کہتے ہیں ۔ اصطلاح میں حقیقت انسان کامل مراد ہے ۔

— گوی = گول چیز کو کہتے ہیں ۔ اصطلاح میں حکم تقدیر کے زیر اثر سالک کی مجبوری و مقہوری ۔

— گیسو = اصطلاح میں وہ رشتہ مراد ہے جو طریق طلب میں سالک کو حق تک پہنچاتا ہے ۔

— لا = یعنی " نہیں " کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ایک جز ہے ۔ اور اشارہ ہے انیت سے عبادت اصنام تک تمام غیر الٰہی عوالم کی نفی کیطرف ۔

— لاہوت = تمام عوالم سے بالاتر ایک عالم جو حضرت حق کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے ۔ اصطلاح میں لاہوت عبارت ہے اس حیات سے جو عالم ممکنات میں ساری ہے اور اس رحمت سے جو مسلسل تمام دوسرے عوالم کی طرف جاری ہے ۔

— لب = اصطلاح میں نفس رحمانی کی طرف اشارہ ہے ۔ جو اعیان میں افاضہ وجود کرتا ہے ۔

— لیلہ القدر = شب قدر ۔

— ماہ رو = مظہر تجلیات ۔ عالم بے خودی میں ہو یا حالت ہوش میں ۔

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI (DEL) (Seal)

- مجرد = تنہا۔ اکیلا۔ اصطلاح میں وہ شخص مراد ہے جو متاع دنیا اور علائق جہاں سے قطع تعلق کرچکا ہو۔ رذائل سے پاک ہو کر سیر الیٰ اللہ کے لیے آمادہ ہو چکا ہو۔

- محاسبہ = لغت میں ایک دوسرے سے حساب لینا۔ اور اصطلاح اخلاق وعرفان میں وہ مرحلہ ہے جو توبہ کے بعد وجود میں آتا ہے۔ اور انسان اپنے نیک وبد اعمال کا خود حساب کرتا ہے۔

- محبوب = جس سے محبت کی جائے۔ دوستی کے لائق۔ مطلق استعمال ہو تو حضرت حق کو مراد لیتے ہیں۔

- محراب = لغت میں جنگ وجہاد کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں مسجد میں امام جماعت نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ عرفاء کی اصطلاح میں ہر اس مطلوب ومقصود کو جس کی طرف لوگوں کا دل جھکے، محراب کہتے ہیں۔

- محنت = رنج میں پڑنا۔ اصطلاح میں لوازم سلوک میں سے ایک لازم ہے جس کے صبر کی صفت بھی ہو۔

- محو = لغت میں زائل کرنے اور مٹانے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں زوال اوصاف عادت کو کہتے ہیں (یعنی ان صفات کو زائل کرنا جن کی عادت پڑگئی ہو اور انھیں فرض بندگی کے طور پر اختیار کرنا)۔

- مراد = وہ شخص یا چیز، مرید جس کی طلب میں ہو۔ اصطلاح میں وہ شخص ہے جس میں قوت ولایت اس مرتبہ تک پہنچ گئی ہو کہ وہ ناقص کو کامل بنا سکے۔

- مراقبت = لغت میں مسلسل پابندی کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ سالک اپنے دل اور روح کو ناپسند اور پست کاموں سے بچائے اور نگہبان رہے۔

- مرشد = ہدایت کرنے والا۔ اصطلاح میں مظہر عقل کو مرشد اور مظہر نفس کو دلیل کہتے ہیں۔

...AH AL-IMAM KHOMEINI ...

- مروہ = مکہ میں صفا کے نزدیک ایک جگہ۔ وہ مراسم جو صفا و مروہ کے درمیان انجام دیے جاتے ہیں اور "ہرولہ" کی صورت میں ہوتے ہیں انھیں "سعی" کہتے ہیں۔

- مرید = جس نے کسی مقصد اور مطلب کا ارادہ کیا ہو۔ اصطلاح اہل سلوک میں مرید وہ شخص ہے جو اپنے ارادہ سے خالی ہو اور ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر چکا ہو۔

- مژہ = اس نیزہ، پیکان اور تیر کی طرف اشارہ ہے جو معشوق کے کرشمہ اور غمزہ سے عاشق کے سینہ تک پہنچتا ہے۔ اصطلاح میں "حجاب سالک در ولایت" مراد ہے۔

- مست = وہ شخص جو اپنے باطنی صفات کو پیچھے چھوڑ دے اور سر مستی معرفت میں مستغرق ہو جائے۔

- مستی = اصطلاح میں "عشق کا ظاہری و باطنی صفات کو پیچھے چھوڑنا" مراد ہے۔

- مشاہدہ = دیکھنا۔ اصطلاح میں "شہود تجلی ذات" کو کہتے ہیں۔

- مشتاق = جو شخص کسی مقصد کا شوق رکھتا ہو۔ اور اس کی وجہ سے عشق و شیفتگی کی انتہا کو پہنچ چکا ہو۔

- مشکوۃ = شیشہ کا ایک ظرف جس میں چراغ رکھتے تھے۔ اصطلاح میں نفس مراد ہے۔

- مطرب = گانے والا۔ اصطلاح میں فیض رساں کو کہتے ہیں۔

- معرفت = لغت میں شناخت، پہچان۔ عرفاء کی اصطلاح میں "نور باطن کے ذریعہ اور حق سے مدد طلب کر کے خدا کو پہچاننا"۔

- معشوق = وہ شخص جس سے عشق کیا جائے۔ معشوق حقیقی سے مراد ذات حق تعالیٰ ہے۔

MUASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST
کتابخانہ امام خمینی

ـ **مغان** = زردشتیوں (آتش پرستوں) کے پیشوا کو "مغ" کہتے ہیں جس کی جمع مغاں ہے۔
نیز ـــــ پیر مغاں ۔ دیر مغاں ۔

ـ **مقام** = وہ منزلت اور مرتبہ ہے جس تک بندہ خاص آداب اور سختی کے تحمل کے ذریعہ پہنچتا ہے۔ حال کی ضد ہے ۔

ـ **ملکوت** = عالم برزخ ومثال ہے اور عالم ناسوت (ملک) اور عالم جبروت کے درمیان واقع ہے۔ عرفاء نے عالم ملکوت کو عالم غیب اور عالم معنی سے تعبیر کیا ہے ۔

ـ **مو** = اصطلاح میں "مو" سے مراد "ہویت کو ظاہر کرنا" ہے۔ طریق طلب اور حبل المتین عارف کو بھی کہتے ہیں ۔

ـ **مے** = لغت میں شراب کو کہتے ہیں ۔ اصطلاح میں وہ فیض الٰہی مراد ہے جو سالک کے شامل حال ہوتا ہے۔ نیز مستی معرفت جو اہل طریق کو حاصل ہوتی ہے ۔

ـ **میخانہ** = میخانہ سے مراد عالم لاہوت اور باطن عارف کامل ہے جس میں عوارف الٰہی کا ذوق وشوق بہت ہو ۔

ـ **میکدہ** = وہ جگہ جہاں شراب پی جاتی ہے۔ اصطلاح میں "طریق محبت میں مقام مناجات" کو کہتے ہیں ۔

ـ **ناز** = اصطلاح میں "معشوق کا عاشقوں کو عشق و محبت کے بارے میں طاقت وہمّت بخشنا مراد ہے۔ نیز "التفات" اور "نیاز سالک کے جواب" کو ناز کہتے ہیں ۔

ـ **ناقوس** = دیر وکلیسا کی گھنٹی کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں توبہ وانابت اور زہد وعبادت سے کنایہ ہے ۔

ASSESAH AL IMAM KHOMEINI

ـ **نالہ** = اصطلاح اہل سلوک میں مناجات کو نالہ کہتے ہیں ۔

- نسیم = ہلکی ہلکی ہوا ۔ اصطلاح میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو عنایات حق کی خبر دے ۔

- نظر = نگاہ ۔ دیکھنا ۔ اہل معرفت کی اصطلاح میں حقائق موجودات میں توجہ اور التفات ۔ نیز سالک راہ حق کی طرف التفات الٰہی ۔ اور بندہ کی حق کی طرف توجہ کو بھی نظر کہتے ہیں ۔

- نفس = نفس کی تعریف یوں کی گئی ہے " وہ جوہر مجرد ہے جو بالذات (ذاتی طور سے) مادہ کا محتاج نہیں لیکن اپنے فعل میں مادہ کا محتاج ہے ۔ عرفاء نے کہا ہے " نفس روح کا زندان اور دنیا نفس کا زندان ہے " ۔

- نقاب = وہ موانع جو معشوق کو عاشق سے دور رکھتے ہیں ۔ نیز راہ سلوک کی وہ رکاوٹ جس سے سالک کو سابقہ ہوتا ہے ۔

- نور = عرفان کی اصطلاح میں حق تعالیٰ نور حقیقی اور نور مطلق ہے ۔ آیہ مبارکہ اس کی دلیل ہے ۔ اللہ نور السموات والارض (نور / ۳۵) ۔

- نیستی = عرفاء کی اصطلاح میں نیستی کا مطلب یہ ہے کہ " سالک راہ حق میں فانی ہوجائے اور اپنی ہستی کو کسی رخ سے نہ دیکھے " ۔

- وادی ایمن = وہ وادی جس میں موسیٰ نے ندائے حق سنی ۔ اور اصطلاح سلوک میں " طریق تصفیہ دل" مراد ہے ۔

- وجد = خوشی ونشاط ۔ عرفاء کی زبان میں اس چیز سے عبارت ہے جو کوشش کے بغیر قلب پر وارد ہو نیز کہتے ہیں کہ وہ چمکتی ہوئی بجلیاں مراد ہیں جو تیزی سے خاموش ہوجاتی ہیں ۔

- وجود = ہستی ۔ ہونا ۔ وجود کی تشبیہ موجیں مارتے ہوئے دریا سے دی گئی ہے جس کی ہر موج کسی موجود اور نفس انسانی کی صورت میں ظہور کرتی ہے ۔

– وجہ = لغت میں چہرہ اور صورت کو کہتے ہیں۔ اور اہل معرفت کے نزدیک " اعتبار ذات " اور " جہت فیاضیت ذات حق " مراد ہے۔

– وحدت = لغت میں میں یگانگی اور یکتائی کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں وحدت حقیقی سے مراد وجود حق ہے۔ وحدت وجود کا مطلب یہ ہے کہ وجود واحد حقیقی ہے۔ اور وجود اشیاء، اشیاء کی صورت میں تجلی حق ہے۔

– وطن = اصطلاح میں " خاص حال ومقام میں بندہ کے استقرار " مراد ہے۔

– وقت = وقت وہ ہے جس کے سبب سے بندہ ماضی، حال اور مستقبل سے بے نیاز ہوجائے جب بھی حق کی طرف سے کوئی چیز اس کے دل پر وارد ہو۔ نیز توکل اور تسلیم ورضا جیسے احوال جو سالک پر وارد ہوں۔

– ولایت = لغت میں حکمرانی اور دوستی کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں " بندہ کا حق کے لیے اس طرح قیام کہ خود سے فنا کے حال میں ہو "۔ دوسری تعبیر کے مطابق " بندہ کا حق میں فنا ہونا اور حق کے ساتھ باقی ہونا "۔

– ہجر = لغت میں دوری کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں سالک کا غیر حق کی طرف التفات ظاہری وباطنی۔ تجلیات ذاتی سے غیبت کو بھی ہجر کہتے ہیں۔

– ہشیاری۔ ہوشیاری = اصطلاح اہل سلوک وعرفان میں مقام توحید واستقامت سالک کو کہتے ہیں اور " صحو " کا مترادف وہم معنی ہے۔

– ہوا (ہویٰ) = لغت میں آرزو اور میلان نفس کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں " نفسانی میلانات کی طرف رغبت، روحانیات سے روگردانی اور مادیات کی طرف التفات " مراد ہے۔

– یم = لغت میں دریا کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں دریائے ہستی مراد ہے جس کا شمار حق تعالیٰ کی وسیع

رحمت میں ہوتا ہے۔ نیز ـــــ بحر، دریا۔

شب یکشنبہ

۱۱ / ذیقعدہ / ۱۴۱۶ ھ

شب ولادت امام ضامن ثامن

علیہ وعلیٰ آبائہ وابنائہ الصلاۃ والسلام

مطابق

۳۱ / مارچ / ۱۹۹۶ ء

MOASSESAH AL IMAM KHOMEINI TRUST (REGD)
کتابخانہ امام خمینی

تمّ والحمدللّٰہ

OASSESAH AL IMAM KHOMEINI

آج دل کو تری حسرت نے [illegible]

اور آرام بھی گیا [illegible]

[illegible]

[illegible] دیکھوں [illegible] انجام میں

تم کو آغاز میں دیکھا [illegible] تھا میں نے

ان کی طلب سے کچھ اچھا ہوا انجام سہی

[illegible] دانہ ہے ترے [illegible] دام میں پھنساں مجھ کو

[illegible] سوچا تھا کہ ایسا تو کوئی دام نہیں

[illegible] ان کے طلب اسکی ہے مقصود تو

[illegible] ہے مقصود طلب سے بھی مجھے کام نہیں

[illegible] اب ان کے سر راہ ہی بیٹھوں [illegible]

گر ہے توفیق نظر [illegible] نہیں

امام [illegible]